منی ناول

چھٹا اور آخری حصہ

زندگی خاک نہ تھی

شیریں حیدر
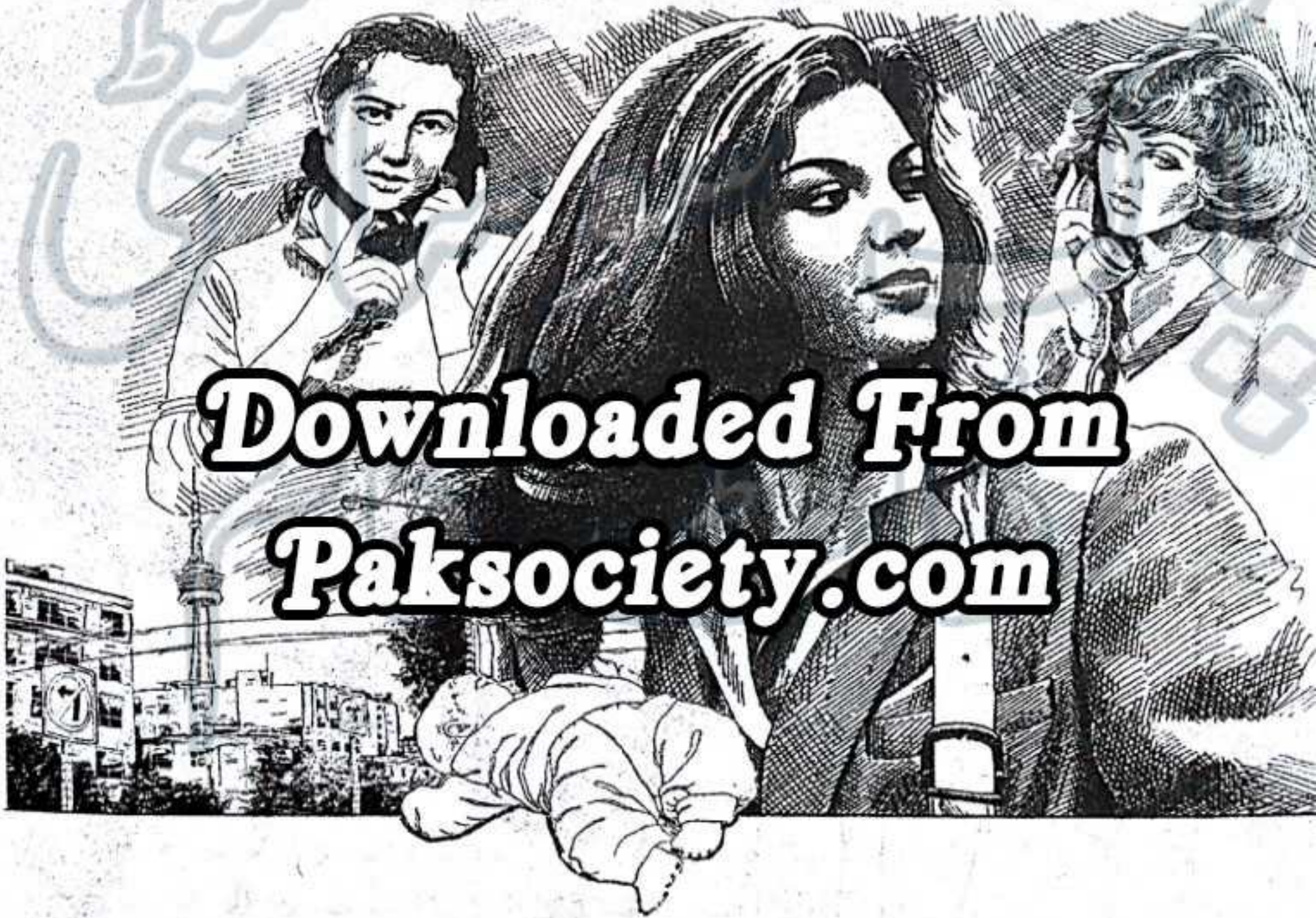
میرا نام حنا ہے...... اس وقت میں عمر کی پانچویں دہائی کے وسطی سالوں میں ہوں، میری چار بیٹیاں ہیں جو سب شادی شدہ اور اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ آج میں زندگی میں فیصلے کے جس مقام پر کھڑی ہوں، اس کے بارے میں، میں نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا...... کم از کم اس وقت تو ہرگز نہیں سوچا ہوگا جب میں کم سن اور حسین تھی، اپنے چہرے کی خوب صورتی اور اپنی ذہانت کو اپنا بہترین سرمایہ سمجھتی تھی

اور معصوم عمر میں بھی اسے برتنا جانتی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ خوب صورت عورت عمر بھر مرد کے دل پر راج کرتی ہے...... میں نے اٹھارہ برس کی معصوم عمر میں اپنے حسن کا جادو اپنی سہیلی کے منگیتر کے سر چڑھ کر بولتا ہوا دیکھا، جسے دیکھ کر میرے اپنے دل کی دھڑکنیں بھی بے ترتیب ہوگئی تھیں۔ کرن کی منگنی ٹوٹی اور میرا نام دانیال سے جڑ گیا۔ میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھنے لگی جو انیس برس کی عمر میں خوشیوں کے ہنڈولے میں سوار... ہوگئی تھی۔

میں نے دانیال کو پالیا تو سمجھا کہ ہفت اقلیم کی دولت میرے ہاتھ لگ گئی۔ میں خود کو اپنی ہم جماعتوں سے ممتاز سمجھنے لگی جو ابھی تک کالج جانے کے لیے جوتیاں چٹخا رہی تھیں۔ کیا مقصد ہوتا ہے اتنا پڑھنے کا بھلا؟ اچھی جگہ شادی ہو جانا بس! تو میں نے اپنا مقصد دوسروں سے بہت جلد پالیا تھا۔

زندگی میں پہلا جھٹکا مجھے اس وقت لگا جب میں اپنی پہلی بیٹی کی پیدائش کے وقت اسپتال میں تھی، میں نے ایک پیاری سی بچی کو جنم دیا تھا۔ دانیال اور میں دونوں ہی خوش تھے۔ بچی میرا پرتو تھی اور گلابی گل گوتھنی سی بچی نرسوں کی خصوصی توجہ کی حقدار ٹھہری، جو نرس بھی ڈیوٹی پر آتی وہ خاص طور پر میری بیٹی کو دیکھنے آتی اور میں دانیال کی نظروں کے زاویے دیکھتی جو نرسوں کو تول رہے ہوتے۔ مجھے کرن کی بددعا یاد آئی کہ ”دانیال جس حسین چہرے کو دیکھے، اسی کی طرف لپکے۔“ میں نے خود کو برا کہا کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں رہ کر ایک زندگی کو جنم دیا تھا، خود ابھی تک اسپتال میں پڑی تھی اور دانیال پر شک شروع کر دیا تھا مگر اس سوچ کے باوجود بھی میں خود کو دانیال کی نظروں پر پہرہ دینے سے نہ روک سکی۔

پھر یہ ہوا کہ دانیال مجھے خود بتاتے کہ فلاں پارٹی میں فلاں عورت نے انہیں غیر شادی شدہ سمجھا اور ان پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی، فلاں لڑکی نے فلاں حرکت کی، تو میں نے دانیال کو ایک معصوم مرد سمجھنا شروع کر دیا کہ میں بھی تو اسے دیکھ کر پہلی نظر میں محبت کا شکار ہوگئی تھی...... ایک تو مردوں کو یہ فائدہ ہے کہ ان کی شخصیت اور جسم پر شادی یا بچوں کی پیدائش کوئی اثرات مرتب نہیں کرتی، ساری جسمانی و ذہنی تبدیلیاں اور مسائل عورتوں کو لاحق ہوتے ہیں۔ میں ابھی پہلی بچی کی پیدائش کی کمزوری سے سنبھلی بھی نہ تھی کہ دوسرے بچے کی آمد کی خبر سن لی، میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، دانیال اور میں سر جوڑ کر بیٹھے مگر فیصلہ وہی ہوا جو اللہ کو منظور تھا۔ میں اب کی بار اماں کی طرف چلی گئی کہ ایک چند ماہ کی بچی اور دوسرے بچے کی آمد کو اکیلے نہیں سنبھال سکتی تھی، اماں کی مدد سے میرا کام آسان ہو گیا تھا۔ دانیال تھے جو میری اماں کی بھی عزت کرتے تھے اور مجھ سے کافی چھوٹی بہن ثانیہ کو اپنی بیٹی جیسا سمجھتے تھے۔ اماں میری اور میرے بچوں کی دیکھ ریکھ میں مصروف ہوتیں اور ثانیہ کو وقت نہ دے پاتیں تو دانیال اسے اپنی بیٹی کی طرح سنبھالتے بلکہ وہ دانیال سے اتنی مانوس ہوگئی کہ انہی کے پاس زیادہ وقت رہتی اور کبھی سو بھی جاتی۔ اماں کو اس ریں ریں کرتے رہنے والی بچی کے مسئلے سے بھی نجات مل گئی تھی جو پانچ چھ برس تک بھی اماں کی توجہ حاصل کرنے اور اپنا وجود اس گھر میں منوانے سے محروم رہی تھی۔ جانے اماں کو اس بیچاری سے کیا بغض تھا، اس کی آمد کو وہ اپنے لیے شرمندگی سمجھتیں...... شاید وہ ان چاہی بچی تھی مگر میں سوچتی کہ یہ ان چاہا بچہ ایک لڑکا ہوتا تو اماں کے انداز مختلف ہوتے۔ اسی لیے میں ثانیہ سے شروع دن سے ہی پیار کرتی تھی۔ مجھے خود سے سالوں چھوٹی بہن ملی تھی جو بڑی ہو کر میرے لیے دکھ سکھ بانٹنے والی سہیلی بن جاتی......

پھر بھائی کی شادی ہوگئی اور اس کے ہاں بچوں کی پیدائش کا سلسلہ چل پڑا تو میرے لیے اماں کی طرف جانا اور رہنا ممکن نہ رہا۔ بھابیوں کی آمد پر بیٹیوں کا میکے میں مان اسی طرح کم ہو جاتا ہے، سو باقی دو بیٹیوں کی پیدائش اپنے گھر پر رہ کر ہی ہوئی مگر بھلا ہو

تانیہ کا جو اَب بڑی ہو گئی تھی اور دانیال اسے جا کر لے آتے، اماں کو بھی اسے میری طرف بھجوانے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا، تانیہ نے میری سب بیٹیوں کو اپنے بچوں کی طرح پالا، اسے اللہ نے کوئی اولاد نہ دی اس لیے مجھے اس کے بچوں سے پیار کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

میں بچوں کی مصروفیات میں ایسی الجھی کہ دانیال کی طرف سے غافل ہوتی گئی۔ یہ ہر عورت کے لیے بالکل نارمل ہے اور میرے ساتھ کچھ انوکھا نہ ہو رہا تھا۔ میں ہر بچے کی پیدائش کے بعد خود کو نئے سرے سے فٹ کرنے کی کوشش کرتی تو علم ہوتا کہ اگلے بچے کی آمد کی نوید ہے...... چار بیٹیوں کی پیدائش کو کافی جان کر ہم نے مشترکہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں مزید بچے نہیں چاہئیں۔ دانیال میرے ساتھ اچھے تھے اور بیٹیوں میں تو ان کی جان تھی۔ کبھی انہوں نے مجھے بیٹا پیدا نہ کرنے کا طعنہ نہ دیا۔ میں اول روز کی طرح دانیال سے محبت کرتی رہی اور یہی سمجھتی رہی کہ میرے بعد ان کی زندگی میں کوئی اور عورت نہیں آ سکتی۔ جس کو بھی دانیال کے ساتھ مبتلا پایا...... میں اسی کو غلط سمجھتی رہی۔ مجھ سے ذرا سا بھی رشتہ یا تعلق رکھنے والی جو لڑکی یا عورت مجھے دانیال کے ساتھ مشکوک تعلق سے بندھی نظر آتی، میں اسے اپنی زندگی سے ہی نکال باہر کر دیتی مگر...... یہی میری بھول تھی، وہ سب صرف میری زندگی سے نکلیں پر دانیال کی زندگی میں وہ جوں کی توں رہیں...... میں انہیں غلط سمجھتی رہی اور جو غلط تھا اس کے ساتھ میں پھر بھی زندگی کی گاڑی کو گھسیٹتی رہی۔

☆☆☆

"تم نے خود کو بہت ڈل کر لیا ہے حنا......"

دانیال نے ایک دن مجھ سے کہا۔

میں سمجھی نہیں تھی کہ وہ مجھے ڈل کیوں کہہ رہے تھے۔ میں تو ہمہ وقت کام میں مصروف رہتی، دانیال، بچیاں اور گھر، میں کسی طرف سے غافل نہ تھی، گھر میں پکنا کیا ہے، سودا سلف کیا آئے گا، دھوبی کو بھیجے جانے والے کپڑوں کی تفصیل، کام کرنے والیوں کے مسائل، لان میں کون سے پودے لگنے ہیں اور سبزیوں والے حصے میں کون سی سبزیاں، خاندان میں کس موقع پر کس طرح لین دین کرنا ہو گا، بچیوں کی صحت کے مسائل اور تعلیم سے متعلق تمام فیصلے...... میں نے دانیال سے وضاحت کی کہ مجھ پر کیا کیا ذمے داریاں تھیں اور میں انہیں کس طرح نبھا رہی ہوں۔

"اور مزید کیا چاہتے ہیں آپ دانیال؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یار مجھے تو وہی اسٹائلش سی، چست لڑکی چاہیے جس پر میں پہلی نظر میں مر مٹا تھا، جسے صرف اپنا خیال رکھنا آتا تھا، جس کے انداز دوسروں سے جدا تھے......"

"لڑکی سے عورت اور عورت سے ماں بننے کا سفر کر کے کوئی عورت ماضی کی بے پروا لڑکی نہیں بن سکتی دانیال! مجھ پر گھر کی، آپ کی اور بچیوں کی ذمے داریاں ہیں اور ان کو پسِ پشت ڈال کر میں بے پروا سی لڑکی نہیں بن سکتی۔" میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"تمہیں بے پروا ہونے کو کس نے کہا ہے...... میں نے اسٹائلش کہا ہے حنا!" دانیال نے چڑ کر کہا۔ "مجھ جیسے لوگوں کی بیویاں گھر داری کو جانتی تک نہیں، اگر جانتی بھی ہیں تو ان کاموں میں نہیں الجھتیں جن کے لیے ملازم گھروں میں رکھے جاتے ہیں۔ تم چاہو تو کوئی سیکرٹری نما بندی رکھ لو جو گھر کے معاملات کو سنبھال سکے اور تم وہ کام کرو جیسے بڑے آدمیوں کی بیویاں کرتی ہیں...... کوئی ادارہ چلاؤ، کوئی چیریٹی...... تقریبات میں فیتے کاٹو، ساڑیاں باندھ کر تقریبات کی جان نظر آؤ، سماجی شخصیت بنو، کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرو جس سے تمہاری لوگوں سے جان پہچان ہو، نت نئے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہو، اخبارات میں تمہاری کوریج ہو......"

"مجھے کوئی ایسا شوق نہیں ہے دانیال، میں اپنی ہستی میں خوش ہوں اور میرا گھر میری جنت ہے۔"

’’کم آن ڈارلنگ، تم نے تو میری تتلی جیسی حنا کو قتل ہی کر دیا ہے۔‘‘ دانیال کے لہجے میں ناراضی تھی۔

بعد میں میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ کیا دانیال اس لیے دائیں بائیں منہ مارتے تھے کہ میں نے خود کو نظر انداز کر دیا تھا، یا مجھ سے شادی کرتے وقت ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ میں ہمیشہ ویسی ہی کم سن رہوں گی۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب ساری بچیاں اسکول جاتی ہیں تو میں بھی اپنے لیے کوئی مصروفیت ڈھونڈوں، میرا ذہن بھی بٹے گا اور دانیال کو بھی لگے گا کہ ان کی بیوی میں کوئی مثبت تبدیلی آ رہی ہے۔ دانیال سے میں نے کہا کہ میں بوتیک کا کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں اور اس کے لیے ابھی بات میں نے پوری بھی نہ کی تھی کہ دانیال کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور انہوں نے کہا کہ وہ فوراً میری ضرورت سے بہت زیادہ رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیں گے......

’’پیسے کی پروا نہ کرو حنا، چاہے تمہیں لاکھوں کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑ جائے، بس میں چاہتا ہوں کہ اچھی سی سویرے، سویرے اٹھ کر تیار ہو کر گھر سے نکلو، کام پر جاؤ، اپنے ہنر کو آزماؤ، کسی بھی فیلڈ میں......‘‘

میں مسکرا دی، اتنے میں ہی دل خوش ہو گیا کہ دانیال میرے لیے کتنا اچھا سوچتے تھے۔

☆☆☆

میں نے شوقیہ بوتیک کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس کے لیے دو درزی، دو کڑھائی کا کام کرنے والے، ایک ماسٹر صاحب کو بھرتی کیا تھا۔ گھر میں پچھلے حصے میں ملازمین کے کوارٹرز تھے، وہیں پر دانیال نے فوری طور پر اوپر نیچے چار کمروں کی تعمیر شروع کروا دی تھی کیونکہ میں کام کرنے پر تو تیار تھی مگر گھر چھوڑنے پر نہیں۔

اس سارے کام کی نگرانی کے لیے میں نے انٹرویو کے ذریعے ایک چست سی لڑکی کا انتخاب کیا۔ اس کا نام تھا ’’توجہ‘‘ جو کافی مختلف تھا اور دوسرے اسے اس کام کا تجربہ بھی تھا۔ وہ سب کی نگرانی کرتی، گاہکوں سے کام لیتی، ڈیزائننگ کرتی اور اس کے بعد مجھ سے منظوری کروا کر کام شروع کرواتی۔ کام کے معاملے میں توجہ ایک ماہر لڑکی تھی، میں اس پر پورا اعتماد کرتی تھی کیونکہ کام اچھا چل رہا تھا۔ کام کے علاوہ میں اس کا خیال اپنی بیٹیوں کی طرح ہی کرتی تھی۔ جب وہ فارغ ہوتی تو وہ گھر کے اندر آ جاتی، کبھی کھانے کا وقت ہوتا یا چائے کا تو ہم اسے اپنے ساتھ شامل کر لیتے...... مجھے اس کام میں مزہ آنے لگا اور میں سوچتی کہ عمر کا کتنا حصہ میں نے بیکار رہ کر گزار دیا تھا۔ دانیال شام کو یا بسا اوقات رات کو دیر سے بھی گھر آتے تھے اس لیے مجھے توجہ پر کسی قسم کی پابندی لگانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ یوں بھی رات کو نو بجے وہ اپنے گھر چلی جاتی تھی، ڈرائیور اسے نزدیکی اسٹاپ سے ویگن پر سوار کرواتا تھا۔

اس روز میں اپنی لیڈی ڈاکٹر کے پاس معمول کے معائنے کے لیے گئی تو میں نے توجہ کو وہاں دیکھا، میں حیرت زدہ رہ گئی کہ میرے پاس چند ہزار کی ملازمت کرنے والی ملازمہ کیونکر ڈاکٹر یاسمین کے پاس جانے کی سکت رکھتی ہے...... اس نے غالباً مجھے نہیں دیکھا کیونکہ وہ ڈاکٹر یاسمین کی اوٹ میں تھی...... اس سے قبل کہ میں اس سے کچھ پوچھتی ڈاکٹر اسے معائنے کے لیے پردے کے عقب میں لے گئیں۔

’’تو پھر آپ نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ آپ کو یہ بچہ نہیں چاہیے؟‘‘ ڈاکٹر یاسمین نے سوال کیا تھا۔

’’جی، جی......‘‘ اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

’’شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟‘‘ ڈاکٹر یاسمین نے سوال کیا تھا۔

’’چھ ماہ!‘‘ اس کا جواب ہولے سے دیا گیا۔

’’شادی کے تین چار ماہ کے بعد امید سے ہو جانا کوئی غیر معمولی بات تو نہیں...... اچھا ہے کہ ایک

بچے کے بعد آپ لوگ وقفہ دے لینا۔''
''نہیں ہم پہلا بچہ ہی ابھی نہیں چاہتے۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا تھا۔
''کوئی خاص وجہ اس کی؟'' ڈاکٹر نے سوال کیا۔'' سسرال کی طرف سے کوئی پریشر ہے کیا؟''
''نہیں...... میرے شوہر ہی نہیں چاہتے۔'' اس نے اپنا جواب مکمل کیا تو میں حیران ہوگئی تھی، میں نے اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں کبھی پوچھا ہی نہ تھا۔ یہ تک نہ جانتی تھی کہ اس کی شادی کب ہوگئی تھی، جب میں نے اسے کام پر رکھتے ہوئے انٹرویو کیا تھا۔ اس وقت تو وہ غیر شادی شدہ تھی۔
''شوہر کہاں ہیں آپ کے؟'' ڈاکٹر نے اس سے سوال کیا تھا۔
''جی وہ بھی ساتھ ہی آئے تھے مگر انہیں کہیں کام سے جانا تھا اس لیے وہ جلدی میں تھے، واپسی پر وہی مجھے لینے آئیں گے۔''
''اگرچہ میں ایسے کاموں میں ہرگز نہیں پڑتی مگر جس حوالے سے آپ آئی ہیں، میں انہیں نہ نہیں کر سکتی، اب وہ خود بھی باہر آئی بیٹھی ہیں۔'' ڈاکٹر یاسمین کہہ رہی تھیں اور میں حیرت سے ان کی بات کا مطلب جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میرے حوالے سے؟ ان کے کمرے میں تو میرے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔
''کیسی ہیں آپ مسز دانیال؟'' ڈاکٹر نے باہر نکل کر پوچھا۔
''میں ٹھیک ہوں......'' میں نے کمزور سی آواز میں کہا تھا۔ میں ان کی بات کا مطلب پوچھنا چاہ رہی تھی۔
''آپ کو خود آنا تھا تو پھر دانیال صاحب کو کیوں زحمت دی آپ نے؟'' اس نے سوال کیا۔
''کس بات کی زحمت؟'' میں کچھ نہ سمجھی تھی۔
''ارے بھئی وہی تو اس لڑکی کو لے کر آئے ہیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی باہر نکلے ہیں۔ ...... انہوں نے بتایا ہے کہ یہ آپ کی دور پار کی رشتے دار ہے اور اس کا بچہ...... میرا مطلب ہے کہ یہ اس بچے کو پیدا نہیں کرنا چاہتی۔'' میں ڈاکٹر کی بات سن کر خاموش رہی، تبھی توجہ بھی باہر نکل آئی تھی۔ میری آواز تو وہ سن ہی چکی تھی اور ڈاکٹر کے الفاظ بھی اس لیے اس نے خود پر قابو پالیا تھا۔
''کس کا بچہ ہے یہ توجہ؟'' میں نے کنویں کی گہرائی میں گر کر اس سے سوال کیا تھا، جواب میں اس نے سر جھکا لیا تھا۔
''کیا یہ لڑکی شادی شدہ نہیں ہے؟'' ڈاکٹر یاسمین نے حیرت سے پوچھا تھا۔
''نہ یہ شادی شدہ ہے اور نہ ہی میری رشتے دار...... یہ میرے بوتیک پر ملازمہ ہے۔'' میں نے انکشاف کیا تھا۔
''تو کیا اسے آپ نے نہیں بھیجا تھا میرے پاس؟''
''ہرگز نہیں......'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
''اٹھو بی بی جاؤ یہاں سے......'' ڈاکٹر یاسمین نے غصے سے اس سے کہا تو وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔'' مگر دانیال صاحب نے جھوٹ کیوں بولا اور وہ اس کو کیوں ساتھ لے کر آئے؟''
''مرد کسی گناہ کا لوجسٹ کے پاس یا شریکِ حیات کے ساتھ جاتا ہے ڈاکٹر یاسمین یا شریکِ جرم کے ساتھ!'' اتنا کہہ کر میں ڈاکٹر یاسمین کے چہرے پر ہر سوال کو بے جواب چھوڑ آئی تھی۔

☆☆☆

چند دن کے بعد وہ آئی تو رو رو کر اپنی معصومیت کی کہانی سنانے لگی مگر مجھے اب کسی کے آنسو متاثر نہیں کرتے تھے...... میں نے اسے نکال دیا، اپنے گھر سے، اپنی زندگی سے اور میں سمجھی کہ اس طرح شاید وہ دانیال کی زندگی سے بھی نکل گئی ہوگی مگر مجھے پورا یقین تھا کہ دانیال اس کے بعد بھی اسے کہیں نہ کہیں ملتے رہے ہوں گے، مجھے تو یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ وہ اس سے پہلے

کہاں ملتے تھے۔

☆☆☆

میں نے جان لیا کہ دانیال کے اندر ایک ایسا حریص جانور ہے جو دنیا کی ہر عورت کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ وہ عورتیں رشتوں کی پہچان بھول جاتی ہیں، دوستیوں کے تعلق ہوں یا احسان کرنے والی ہستیاں...... جب انہیں اپنی ہوس پوری کرنا ہوتی ہے تو باقی سب پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ کوئی پیسے کے لیے مائل ہوتی ہے، کوئی اپنے پیاروں کو دھوکا دیتی ہے، کسی کی حریص فطرت کو دوسری جگہ منہ مارے بغیر قرار نہیں آتا۔ ہاں اپنے شوہروں اور بیویوں کو دھوکا دینے والے...... ایک جیسی فطرت کے لوگ ایک دوسرے کو ڈھونڈ ہی لیتے ہیں، جانے کیوں دنیا کی ہر ''ضرورت مند'' ---- عورت کا پالا دانیال سے پڑ جاتا تھا۔

میں عمر بھر اس کام میں مصروف رہی کہ جو عورت دانیال کے منہ کو لگ جائے اسے اپنی زندگی سے نکال دوں۔ کئی بار میں نے دانیال کا سامنا کیا، انہیں بتایا کہ میں ان کے سارے ''کارنامے'' جانتی ہوں۔ انہیں جوان بچیوں کے وجود سے بھی ڈرایا، کہ کبھی کوئی بیٹی ان کے کردار کے بارے میں جان لے گی تو ان کے لیے ان پیار کرنے والی بیٹیوں کا سامنا کرنا مشکل ہو جائے گا۔ شاید یہی میری غلطی تھی کہ جو کام وہ چھپ چھپ کر کرتے تھے اب انہیں چھپانے کی ضرورت نہ رہی تھی، کئی بار وہ مجھے خود ہی بتا دیتے کہ وہ فلاں عورت کے ساتھ تھے...... ''کیا کروں، اس کا شوہر گھر پر نہیں تھا اور وہ اکیلی پریشان ہو رہی تھی۔'' دھڑلے سے وہ ایسی فضول بات کہہ دیتے جس پر میں عموماً یقین نہ کرتی تھی، میں سمجھتی کہ وہ طنز سے ایسا کہہ رہے ہیں...... جب تک انہیں پکڑے جانے کا خوف تھا وہ کسی حد میں تھے مگر اب کھل کر کھیلتے تھے۔

پہلی بار جب رانیہ نے مجھے وضاحت سے بتایا کہ اس نے پاپا اور آنٹی راحیلہ کو ہمارے گھر کے ڈرائنگ روم میں کس حالت میں دیکھا تھا تو میں نے دانیال سے پہلے راحیلہ کا سامنا کیا تھا۔

''کوئی شرم وحیا نہ آئی تمہیں، اپنے سادہ سے شوہر کو دھوکا دیتے ہوئے، بے غیرت عورت!''

''مجھے کیا کہہ رہی ہو...... اپنے شوہر سے بات کرو جو جگہ جگہ منہ مارتا پھرتا ہے۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا تھا۔

''وہ کیا تمہیں تمہارے گھر سے جا کر لایا تھا؟'' میں نے غصے سے پوچھا۔ ''میری غیر موجودگی میں تم میرے گھر پر آئیں کیوں؟''

''اس نے فون کر کے اس روز بلایا تھا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔'' اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

''تو تم کیا ڈاکٹر ہو جو تمہیں کال کر کے بلایا جاتا اور تم بھاگی بھاگی چلی آتیں؟''

''مجھ پر چیخنے کی ضرورت نہیں حنا جان!'' اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے میں نے غصے سے جھٹک دیا۔ ''اس دنیا میں سب اسی طرح چلتا ہے، دوستوں میں چھوٹی موٹی خوشیاں شیئر کرنے میں کوئی حرج نہیں...... میری دانیال سے دوستی ہے تو تم ثقلین سے دوستی کر لو، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا! تم کچھ زیادہ ہی شدید ردِعمل کا اظہار کر رہی ہو۔''

''ڈوب مرنے کا مقام ہے تمہارے لیے راحیلہ...... اس کے بعد میں زندگی بھر تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی اور نہ ہی تم کبھی پلٹ کر دانیال سے رابطہ کرنا۔'' مجھے اس کی بات سن کر اس قدر گھن آئی کہ میں کرسی کو ٹھوکر مار کر اس ریستوران سے نکل آئی۔ بعد ازاں مجھے دانیال سے علم ہوا کہ راحیلہ کے ہاں بیٹی ہوئی تھی۔ میں نے حیرت سے دانیال سے پوچھا کہ ان کا اس سے کہاں رابطہ ہوا، انہوں نے بہانہ تو اس کے شوہر ثقلین سے ملاقات کا کیا مگر میرے دل میں پھانس سی چبھ گئی کہ یقیناً ان کا رابطہ راحیلہ سے قائم تھا۔

''ثقلین بھائی بیٹی کی مبارک ہو آپ کو۔'' میں نے اپنا شک رفع کرنے کو انہیں کال کی تھی۔

''بہت شکریہ بہن کہ آپ کو چھ ماہ کے بعد

مبارک باد کا خیال آ گیا۔'' انہوں نے کہا تو میں حیران رہ گئی۔

''سوسوری...... مگر ہمیں تو علم ہی اب ہوا ہے، آپ نے دانیال کو بتایا ہی اب ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں نے دانیال کو بتایا ہے؟'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''میں نے دانیال کو کیسے بتانا ہے، میری تو اس سے جانے کب ملاقات ہوئی تھی، ہاں مجھے راحیلہ بتاتی رہتی ہے کہ اس کی ملاقات تم لوگوں سے ہوتی رہتی ہے۔'' سو میرا اندیشہ درست تھا۔

''راحیلہ آپ کو آدھا سچ بتاتی ہے ثقلین بھائی۔ میری بھی اس سے ملاقات عرصہ ہوا نہیں ہوئی۔''

''کیا بات ہے، کس وجہ سے آپ دونوں سہیلیاں اب آپس میں نہیں ملتیں؟ اگر نہیں ملتیں تو راحیلہ مجھ سے جھوٹ کیوں کہتی ہے؟''

''وہ مجھ سے تو نہیں البتہ دانیال سے ملتی رہتی ہے...... ابھی تک مل رہی ہے حالانکہ جب میں نے ان کے آپس میں غلط تعلقات کے بارے میں جان کر اسے اپنی زندگی سے نکالا تھا تو میں سمجھی تھی کہ اسے عقل آ گئی ہوگی مگر بے حیا لوگوں کو عقل کم ہی آتی ہے...... ویسے آپ ڈی این اے ٹسٹ کروا کر اپنی بیٹی کی ولدیت ضرور چیک کر لیجیے گا، آپ کے لیے اچھا ہو گا۔'' میں نے غصے میں کہہ کر فون بند کر دیا۔ اگر ابھی تک راحیلہ نے اپنی روش نہیں بدلی تھی تو اس کے شوہر کو ایک دھوکے باز عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کی سزا سے تو آزاد کر دیا تھا میں نے۔ اس دن کے بعد مجھے یقین ہے کہ راحیلہ نہ دانیال کی زندگی میں رہی ہوگی نہ ثقلین بھائی کی۔

''آپ اب بھی راحیلہ سے ملتے رہتے ہیں ناں؟'' میں نے دانیال سے پوچھا تھا۔

''مجھے معاف کر دو حنا...... اب میں آج کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے نہیں ملوں گا۔'' انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھ سے معافی مانگی، میں نے تو اس شخص کو خود سے بڑھ کر چاہا تھا، معاف کیسے نہ کرتی، الٹا دل ہی دل میں خود سے شرمندہ تھی کہ ان پر ایسی نوبت میری تفتیش کی وجہ سے آئی تھی۔

☆☆☆

پائل نام کی چست سی ملازمہ جو گھر پر صفائی کے کام پر مامور تھی، اپنا کام اتنی صفائی اور قرینے سے کرتی کہ مجھے اس نے کبھی شکایت کا موقع ہی نہیں دیا۔ کام کار سے فارغ ہو کر وہ بچیوں کے ساتھ بیٹھ جاتی اور ان کی کتابوں میں سے تصاویر دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی، غالباً اس نے کبھی اسکول کی شکل دیکھی ہوگی جو وہ ان کی اردو کی کتابوں میں سے کوئی لفظ پہچان لیتی تو اس کی خوشی دیدنی ہوتی۔

میں نے بچیوں سے کہا کہ اگر اسے شوق ہے تو اسے کچھ نہ کچھ پڑھا دیا کریں۔ اس مقصد کے لیے میں نے اردو کی ابتدائی کتب اور کاپیاں وغیرہ بھی اسے لا کر دی تھیں۔ بچوں کے اسکولوں میں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں تو ہم سہیلیوں نے مل کر ایک فلاحی ادارے کی بنیاد ڈالی اور غریب بچوں کے لیے تعلیم کے کام کا بیڑا اٹھایا۔ اللہ کا شکر تھا کہ میری بیٹیاں اب خود کو سنبھال لیتی تھیں اور بنا کہے اپنا اسکول کا کام بھی کر لیتی تھیں۔ میں صبح سویرے نکل جاتی، اس کے بعد دانیال بھی ناشتا کر کے کام پر نکل جاتے تھے۔ پائل کے وہاں رہنے سے مجھے تسلی تھی کہ بچیاں گھر پر اکیلی نہیں ہوتی تھیں، میرے گھر لوٹنے تک وہ وہیں رہتی تھی۔

''مما...... آپ پائل کو نکال دیں۔'' نیلم نے مجھ سے کہا تو میں اس کا منہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

''کیوں بیٹا...... وہ تو اچھی ہے اور کام بھی اتنا اچھا کرتی ہے...... میں اور پاپا گھر پر نہیں ہوتے تو وہ آپ لوگوں کے پاس ہوتی ہے جس سے مجھے تسلی رہتی ہے۔'' میں نے اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا۔

''مگر مجھے وہ اچھی نہیں لگتی۔'' اس نے منہ بسورا۔ ''وہ بہت گندی ہے......''

''مگر کیوں بیٹا؟'' میں نے سوال کیا۔ ''کیا کیا اس نے جو وہ آپ کو گندی لگتی ہے؟''

"وہ جب پاپا کی اسٹڈی کو صاف کر کے نکلتی ہے تو میں غور کرتی ہوں ماما کہ اس کے گریبان میں سے لال نوٹ جھانک رہے ہوتے ہیں۔" اس نے الجھے سے لہجے میں کہا۔

"اچھا میں پاپا سے کہوں گی کہ وہ آئندہ سے اسٹڈی میں اپنے پیسے نہ چھوڑ کر جایا کریں...... ہم کسی کو موقع دیتے ہیں تو وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے ناں۔" میں نے کہا۔" یا یہ کہ جب وہ پاپا کی اسٹڈی کو صاف کرنے جائے تو آپ بہنوں میں سے کوئی اس کے ساتھ وہاں رہے......"

"مگر اس کے اسٹڈی میں جاتے ہی پاپا دروازہ اندر سے بند کر لیتے ہیں مما......" اس نے لرزتی ہوئے آواز میں کہا۔" اور میں نے ایک دفعہ اندر جھانک کر بھی دیکھا تھا مما......" اس کا چھوٹا سا وجود لرز رہا تھا، میں نے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔" پاپا نے......" اس نے مزید وضاحت کی۔" اور پھر پاپا نے اسے خود پیسے دیے تھے مما!"

دانیال کا معیار اس قدر گر گیا تھا۔ میری ناک کے نیچے، گھر میں بچپن کی حدود سے نکلتی ہوئی چار بچیوں کی موجودگی میں وہ اپنے گھٹیا رازوں کے افشا ہو جانے کے خوف سے بھی بے نیاز تھے اور میں کیسی بے فکر تھی کہ بچیاں محفوظ ہیں، کبھی سوچ بھی نہ آئی کہ کیا اور غیر محفوظ ہو سکتا تھا۔

میں نے دانیال کو نیلم کے روبرو بٹھانے کا سوچا مگر بیٹی اور باپ کے بیچ عزت اور احترام ختم نہ ہو...... سوچ کر خاموش رہی اور پائل کو ملازمت سے فارغ کرنے کے لیے میں نے اگلے دن کا بھی انتظار نہ کیا۔ اپنی زندگی کے ایک اور غلیظ باب کے اوراق کو اپنے ہاتھوں سے پھاڑ کر میں پھر فکر سے آزاد ہو گئی کہ شاید اس کے بعد اس دنیا میں کوئی اور عورت ایسی نہیں رہی جس کے ساتھ دانیال کا تعلق قائم ہو سکتا ہے۔

دوسروں کے بچوں کو تعلیم دینے کا ارادہ ختم کیا اور میں نے گھر پر رہنے کا عزم کیا، چاہے اب دانیال کچھ بھی کہیں، میں ان کی باتوں میں نہیں آنے والی۔

"ارے حنا، تم اب تک گھر پر ہو؟" دانیال تیار ہو کر کافی دیر اپنے اسٹڈی روم میں بیٹھ کر غالباً پائل کا انتظار کرتے رہے تھے اور اس کے نہ آنے پر نیچے اترے تو مجھے اس "بے وقت" گھر پر بیٹھے دیکھ کر بولے تھے۔

"جی!" میں نے بہ مشکل تھوک نگل کر کہا۔" اچھا وہ پائل کہاں ہے......؟" انہوں نے بے پروائی سے پوچھا، میرے تو سر سے لگی اور تلوؤں پر بجھی۔

"کیا کام ہے آپ کو پائل سے؟"

" میرے اسٹڈی روم کی صفائی کرنا تھی اسے......" انہوں نے بے نیازی سے ناشتے کا آغاز کیا۔" میں نہیں چاہتا کہ وہ میری غیر موجودگی میں صفائی کرے اور میرا کوئی کاغذ ادھر سے اُدھر ہو۔"

"اب پائل نہیں آئے گی دانیال!" میں نے دانت پیس کر کہا، بچیاں ابھی تک اپنے کمروں میں تھیں، میں نے خود ہی انہیں ان کے کمروں کی صفائی کا کام دیا تھا۔" آپ اپنی اسٹڈی روم کی صفائی مجھ سے ہی کروا لیا کریں، اور ہاں اس کے لیے آپ کو لال نوٹ بھی نہیں دینے پڑیں گے۔"

دانیال کے حلق میں نوالہ پھنس گیا...... انہیں کھانسی کا شدید دورہ پڑا، کھانس کھانس کر اور پانی پی پی کر ان کی حالت سنبھلی۔" اس بات کا کیا مطلب ہے؟"

"اس بات کا مطلب آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں دانیال!" میں نے غصے سے کہا۔" میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں کتنی ہی تو جاہیں اور کتنی ہی پائلیں اپنے گھر سے نکال کر باہر پھینک دوں، اپنی کتنی ہی سہیلیوں کو دھتکار دوں مگر آپ کے منہ کو لگا ہوا نشہ...... کہیں نہ کہیں۔ بلکہ ہر جگہ مل جاتا ہے، آپ کا معیار کس قدر گر گیا ہے دانیال، شرم بھی نہیں آتی آپ کو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہوئے، اس گھر میں، اسی چھت کے نیچے، بچیاں آپ کی چوریاں پکڑتی ہیں اور مجھے بتاتی ہیں، آپ کی حرکتوں نے انہیں وقت سے بہت پہلے سمجھدار کر دیا ہے، خدا کے لیے کچھ حیا کریں، بند کر دیں اپنی یہ

غلیظ حرکتیں، اگر آپ کو بہت زیادہ مسئلہ ہے تو تین اور شادیاں کرلیں مگر بے حیائی کا یہ سلسلہ بند کردیں اب۔'' میں نے ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کہا۔

☆☆☆

رفتہ رفتہ میں بچیوں اور ان کے مسائل میں الجھتی چلی گئی، دانیال نے اپنے کاروبار کی جڑیں کئی دوسرے شہروں میں پھیلالیں اور اس سلسلے میں وہ بھی کہیں اور کبھی کہیں ہوتے، بچیوں کی تعلیم کے بعد ان کے رشتے طے کرنے کے مراحل میں بھی میں خود کو تنہا ہی پاتی تھی، دانیال کی طرف سے مجھے مکمل مالی تعاون تو حاصل تھا مگر اس سے زیادہ سے وہ ہمیشہ معذوری کا اظہار کردیتے کہ انہیں عورتوں کے ان معاملات کا علم نہیں۔ بات جب کسی حتمی مرحلے میں پہنچتی تو اس وقت دانیال لڑکے اور اس کے والدین سے ملنے پر تیار ہوتے، رانیہ، نیلم اور فاطش کی شادیاں باہر طے ہوئیں، سارے معاملات مجھے ہی نمٹانا پڑے...... ہاں فاطش کی شادی کے معاملے میں دانیال نے مخالفت کی، وہ بھی اس لیے کہ انہیں کسی حوالے سے لڑکے کے مشکوک کردار کے بارے میں سن گن مل گئی تھی، جسے فاطش نے بری طرح رد کردیا اور کہہ دیا کہ اگر اس کی شادی اشعر سے نہ ہوئی تو وہ کسی اور سے بھی نہیں کرے گی۔

میں نے دانیال کو کافی سمجھایا مگر انہوں نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی، تب فاطش نے خود اکیلے میں دانیال سے بات کی اور جانے کس طرح بات کی کہ وہ مان گئے، دل سے انہیں یہ رشتہ پسند نہ تھا نہ ہی مجھے مگر جہاں جوان خون سرکشی پر اتر آئے وہاں ہار ماننا پڑتی ہے۔ وقت نے جلد ہی فاطش کے فیصلے کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ میں اب کئی بار سوچتی ہوں کہ ہم نے دل سے اس شادی کو قبول ہی نہ کیا تھا اس لیے ہم نے اس شادی کو ٹوٹنے سے بچانے کی کوئی کوشش بھی نہ کی...... کیا تھا کہ اگر اشعر لالچی تھا، جائیداد چاہتا تھا یا رقم تو ہم اسے دے دیتے، علیحدہ گھر یا اپارٹمنٹ لے دیتے...... ہمارے بعد بھی تو یہ سب کچھ انہی بیٹیوں کا ہی تھا۔

دانیال نے تو اس ''لفنگے'' کو پھوٹی کوڑی بھی دینے سے انکار کردیا تھا۔ میں نے دبے لفظوں میں کہا بھی تو خود فاطش نے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کردیا۔

''عورت کے پاس اپنی ذات کا بھرم ہی تو ہوتا ہے مما جو اسے گھر والوں سے ٹکر لینے پر آمادہ کردیتا ہے...... میں نے آپ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اس سے اس لیے شادی کی کہ مجھے اس کی محبت سچی لگی تھی، مگر جلد ہی اس کے چہرے سے نقاب اتر گئی...... میں جان گئی ہوں کہ میری ذات بے وقعت ہے، اس کی نظر ستاروں پر تھی جن پر وہ میری مدد سے ہی کمند ڈال سکتا تھا۔ میں اس کے کسی مطالبے کو ماننے پر تیار نہیں مما کیونکہ اس کے یہ مطالبات آخری ثابت نہیں ہوں گے، ایک مطالبے کی منظوری اس کے اور آپ کے درمیان کا حجاب ختم کردے گی اور وہ آئے روز کوئی نہ کوئی اور مطالبہ لے کر آجائے گا...... میں نے اسے جاننے اور سمجھنے میں غلطی کی مما تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم عمر بھر اس کی سزا بھگتتے رہیں۔'' فاطش نے واضح الفاظ میں کہا تو میری تجویز رد ہوگئی اور یوں ایک گھر ٹوٹ گیا، ایک خاندان کا شیرازہ بکھر گیا۔ اسود جیسا پیارا بچہ اپنی شناخت کا حوالہ کھو بیٹھا، میرا دل تو اسی میں اٹک گیا، میں اسود کے ساتھ مصروف ہوگئی اور دانیال سے دور ہوتی چلی گئی۔

دانیال میرے پاس ہوتے بھی تو مجھے لگتا کہ وہ میرے پاس نہیں ہیں۔ مجھ سے ان کا تعلق اتنا پھیکا اور سرد سا ہوگیا کہ مجھے کوفت ہونے لگی۔ میں اگر اپنے ساتھ کچھ یہ سوچ کر کرتی تھی کہ یہ دانیال کو اچھا لگتا ہے تو مجھے اس کی پروا ختم ہوگئی...... مجھے صاف لگتا تھا کہ دانیال کے پاس میرے لیے جو کچھ ہے وہ فقط بچا کھچا ہے، دوسری عورتوں کے پاس جانے والے مرد کے اطوار ہی اور ہوجاتے ہیں۔ مجھے ان سے گھن آنے لگی۔

☆☆☆

میں تین بیٹیوں کی شادیوں کے بعد صدف کے بارے میں بالکل بے فکر تھی کہ اس کا رشتہ دانیال کی بہن

نے بہت پہلے مانگ لیا تھا۔ ان کا بیٹا احمد ہمارا داماد بننے والا تھا، بہت پیارا اور سمجھ دار بچہ...... کہ میں صدف کے نصیب پر نازاں تھی۔ صدف میری بہت پیاری بیٹی، مجھے اس سے جتنا زیادہ پیار تھا وہ اتنا ہی دانیال سے قریب تھی، اس کا دل لگاؤ باپ کی طرف زیادہ تھا۔ بھی جو بچیوں کے ساتھ مل کر کسی کھیل یا مقابلے میں گروپ بندی ہوتی تو تینوں بڑی میرے ساتھ اور وہ تنہا دانیال کے ساتھ ہوتی مگر ہم پھر بھی انہیں جتا کر خود ہار مان لیتے۔ مجھے صدف کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر عجیب سا دکھ ہوتا تھا، مجھے یقین تھا کہ احمد اسے خوش رکھے گا۔

احمد ایک بار میرے پاس عجیب سی درخواست لے کر آیا تھا کہ اسے مجھ سے تنہائی میں ملنا تھا مگر میں نے تو یہی جانا کہ تنہائی میں دو مرد و زن کے بیچ تیسرا شیطان ہوتا ہے، چاہے وہ میرے بیٹے کی عمر کا تھا مگر پھر بھی ملازمین کے منہ کون بند کر سکتا ہے۔ مجھے شرمندگی بھی ہوئی کہ میں نے اسے صاف الفاظ میں کہا کہ میں اس کے ساتھ تنہائی میں نہیں مل سکتی...... ''ٹھیک ہے، آپ دروازے بند نہ کریں!'' اس نے کہا تھا۔ ''مگر جب ہم بات کر رہے ہوں تو کوئی مداخلت نہ کرے......'' میں نے اس کا یہ مطالبہ منظور کر لیا، اس نے لیپ ٹاپ پر مجھے سی ڈی لگا کر آن کر کے دی اور خود باہر لاؤنج میں جا کر بیٹھ گیا، باہر ملازمین اپنے کام کار میں مصروف تھے۔

اس کے بعد تو کوئی شک رہا تھا نہ شبہ...... میری آنکھوں کے پردے ایک ایک کر کے چھٹ چکے تھے۔ میں اگر دانیال کی کسی ایک بھی بات پر یقین کرتی تھی تو اب وہ یقین بھی نہ رہا تھا۔ وہ میری نظروں سے ہی نہیں گرے تھے بلکہ میرے دل سے بھی نکل چکے تھے۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میں اب مزید دانیال کی زندگی میں نہیں رہ سکتی تھی مگر......

☆☆☆

احمد کے جانے کے بعد میں نے اپنے وجود کی لاش کو بمشکل گھسیٹا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر بستر پر گر گئی، وہ سارے آنسو جو میری آنکھوں کے بند کے پیچھے تھے، وہ بند توڑ کر باہر نکل آئے اور میں نے پہلی اور آخری بار اپنی شکست پر آنسو بہائے...... وہ شکست جس کا ذمے دار میں نے کرن کی بد دعاؤں کو ٹھہرایا تھا۔ میں نے دانیال کو کرن سے چھینا تھا، اس نے اس شخص کے چھینے جانے پر آنسو بہائے تھے اور منتیں کر کر کے مجھ سے مانگا تھا، یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے چاہے نہ لوٹاؤ مگر اس کی خاطر ہماری برسوں کی دوستی سے منہ نہ موڑو۔ میں نے اپنے زعم میں اس وقت اس کی ایک نہ سنی اور اب اس وقت میں اس لیے آنسوؤں کا سیلاب بہا رہی تھی کہ میرے نصیب میں ایسا برا شخص کیوں لکھا گیا تھا؟ میرے کس گناہ کی سزا تھا وہ شخص؟

کاش...... میں نے اس کی بدنیتی کو محبت نہ سمجھا ہوتا! اتنے سارے کاش تھے جو قطار در قطار میرے سامنے کھڑے تھے، کاش میں اس سے شادی نہ کرتی، کاش اس کا اصلی رنگ مجھے شادی سے پہلے نظر آ جاتا، کاش کسی اولاد کی پیدائش سے پہلے اس کی اصلیت مجھ پر کھل جاتی...... میں نے رو رو کر آنکھیں سوجا لی تھیں۔ اس روز میں کسی کا سامنا نہیں کر سکتی تھی اس لیے سر درد کا بہانہ کر کے منہ سر لپیٹ کر سو گئی حالانکہ سر ہی نہیں پورا جسم اور روح دکھ رہے تھے......

ان ثبوتوں کو کہیں تو چھپانا تھا...... اس گندگی کو سب کی نظروں سے دور رکھنا تھا، حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ اسے ساری بیٹیوں کو کاپی کر کے بھجواؤں مگر پھر بھی مجھے ہی شرم آئی کہ ان کا باپ ہے، اس کا کیا بھرم رہ جائے گا بیٹیوں کے سامنے۔ اپنی الماری کی چابی میں دانیال کی دراز میں رکھتی ہوں، وہاں سے چابی نکالنے کے لیے دراز کھولی تو میں دھک سے رہ گئی...... احمد کے ہاتھ سے جو انگوٹھی غائب تھی وہ وہاں پڑی تھی۔ وہ تو کہہ رہا تھا کہ اسے کھلی ہے اور اسی کے پاس ہے۔ میں نے وہ انگوٹھی اٹھا لی۔ اب میں نے اپنی دراز کی چابی کا ٹھکانا بدل لیا تھا کیونکہ میں دانیال کا سامنا پوری تیاری کے ساتھ اور کسی مناسب وقت پر کرنا چاہ رہی تھی۔

''احمد بیٹا......'' میں نے اسے کال کی۔ ''آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔''

''جی ممانی جان......'' اس نے انتہائی مؤدب لہجے میں کہا۔

''آپ اپنی انگوٹھی مجھے ابھی دے کر جا سکتے ہیں، میں بازار جا رہی ہوں اور اسے آپ کے ناپ کے مطابق کروا دیتی ہوں۔''

''وہ......وہ!'' وہ ہکلایا۔

''کہیں وہ انگوٹھی گم تو نہیں ہوگئی بیٹا......؟'' میں نے اندازہ لگایا۔ ''اگر ایسا ہی ہے تو میں چپکے سے اور بنوا دیتی ہوں بیٹا۔''

''ارے نہیں ممانی جان!'' اس نے فوراً کہا۔ ''وہ میں نے ماموں کو دی تھی۔''

''ماموں کو......وہ کیوں بیٹا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا تھا۔

''اصل میں......'' اس نے مجھے ساری بات کہہ سنائی، میں اپنے سن ہوتے ہوئے دماغ کے ساتھ ہمہ تن گوش اس کی بات سن رہی تھی۔

''ٹھیک کہتے ہو بیٹا......'' میں نے رسان سے کہا۔ ''کوئی بھی لڑکا ایسے آدمی کا داماد بننا پسند نہیں کرے گا...... بلکہ جو بن بھی چکے ہیں انہیں بھی اگر کسی روز علم ہوگیا کہ وہ کس شخص کے داماد ہیں تو وہ بھی میری بیٹیوں کو سزا کے طور پر گھر واپس بھیج دیں گے......'' میرے دل میں درد اٹھا۔ ''کرے کوئی اور بھرے کوئی، اسی کو تو کہتے ہیں۔''

''بخدا ممانی جان...... میں نے تو یہ سب ڈراما اس لیے کیا تھا کہ شاید ماموں کو اپنی بیٹیوں کے مستقبل کا سوچ کر ہی کچھ......'' غالباً وہ کہنا چاہتا تھا کہ 'کچھ شرم آجائے'۔

''چلو بیٹا، کوئی بات نہیں...... تمہیں فیصلے کا پورا حق ہے، بعد میں کوئی فیصلہ کرنے سے بہتر ہے کہ تم نے ابھی سوچ لیا، میری بیٹی بہت حساس ہے، ابھی تو اسے کسی نہ کسی طرح سنبھال لوں گی مگر بعد میں وہ فاطش کی طرح آکر بیٹھ جاتی ساتھ کوئی اور اسود جیسا لیے تو وہ زیادہ تکلیف دہ ہوتا، ہمارے لئے بھی اور صدف کے لیے بھی۔''

''پلیز ممانی جان!'' اس نے شرمندگی سے کہا۔ ''میں کہہ رہا ہوں ناں کہ میرا ہرگز مقصد وہ نہ تھا جو میں نے کیا، ماموں جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو رہی ہیں...... میں صدف کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، اس سے شادی کی خواہش میں نے اس لیے نہیں کی تھی کہ وہ ماموں کی بیٹی ہے...... اس لیے کہ وہ آپ کی بیٹی ہے ممانی جان، ہمارے خاندان کی بہترین ماں کی اولاد......''

''تم پر کوئی زور زبردستی نہیں ہے بیٹا!''

''میں اپنی انگوٹھی واپس لینے ابھی آ رہا ہوں ممانی جان!'' اس نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ ''اس سے پہلے کہ صدف اس انگوٹھی کی غیر موجودگی کو محسوس کرے۔'' میں نے فون بند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا۔

☆☆☆

صدف کی شادی ہوگئی تو میں نے اپنے بارے میں سوچنا شروع کیا، میری ساری ذمے داریاں اب پوری ہو چکی تھیں۔ اب میرے پاس کوئی جواز نہ رہا تھا کہ میں اس زنجیر میں بندھی رہتی...... میں نے اس زنجیر کو توڑنے کا ارادہ کرلیا، سب سے پہلے مجھے اپنی بیٹیوں کو اعتماد میں لینا تھا، پھر اس کے بعد میں دانیال کو صرف اطلاع کرتی اور انہیں اپنے گھر کی جنت سے بے دخل کر دیتی تاکہ وہ آزاد ہوں، جو کچھ کرنا چاہیں کریں، جس سے چاہے تعلق رکھیں، جس سے چاہیں توڑیں، مجھے ان کی کسی حرکت سے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ میں ان کے غلط سلط کاموں کی فکر سے پہلے ہی آزاد تھی، اب مجھے مزید بے فکری ہو جاتی۔ اپنے ساتھ میں نے برا کیا جو اس شخص کی فطرت کو سمجھ نہ سکی اور اس کے جال میں پھنس گئی مگر اب مزید نہیں، مجبوریوں کی ڈور میں بندھا ہوا یہ بندھن اب ٹوٹنا ہی ہے۔ میں

نے رانیہ، نیلم اور صدف کو بھی اپنے ارادے سے مطلع کردیا اور گھر میں فاطش سے بھی بات کی۔

''آپ پریشان نہ ہوں مما...... ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے ہر فیصلے کی تائید کریں گی، پاپا اگر آپ کے ساتھ زیادتی کرتے رہے ہیں اور ابھی تک کررہے ہیں تو پھر انہیں اس کی سزا مل کررہے گی۔'' فاطش نے میرے ارادے کی تائید کی۔

''بس یہ دکھ کاٹتا ہے میری جان کہ تم میں سے کسی کا گھر میری وجہ سے خراب نہ ہو......'' میں نے اس کے بال سہلائے۔

''فکر نہ کریں مما، سب بہنوں کے قدم اپنے گھروں میں مضبوط ہیں، اللہ کا کرم ہے۔'' اس نے یقین سے کہا۔'' رہی میں ...... تو میں شاید اسی لیے واپس آ گئی ہوں کہ آپ تنہا نہ رہیں، میں آپ کے ساتھ رہوں گی مما!''

''تمہارے پاپا اب بھی کئی عورتوں سے دوستی اور تعلق رکھے ہوئے ہیں، ٹیلی فون اور دیگر ذرائع سے فحش گفتگو ہوتی ہے، ان سے ملتے ہیں، دکھ تو یہ ہے کہ ان عورتوں کو بھی احساسِ گناہ نہیں ہے اور تمہارے پاپا تو اس قسم کے ہر احساس سے عاری ہیں...... میں سوچتی ہوں کہ اس طرح کے شخص سے میرا کیوں پالا پڑا۔ میں نے تو عمر بھر ان کے علاوہ کسی مرد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ سمجھا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ جیسے مرد ہوں گے ویسی انہیں بیویاں ملیں گی...... میں تو ویسی نہیں ہوں ...... مجھے کیوں ایسا شوہر ملا ہے؟'' میری خالی نظروں میں وہ سوال تھا اور میں جس کا جواب تلاشنے کے لیے اس کا منہ تک رہی تھی۔

''ایسا نہیں ہے مما جو آپ سوچ رہی ہیں، پاپا کو ویسی ہی عورتیں ملتی رہی ہیں جیسے وہ خود ہیں، ہاں آپ کے لیے آزمائش ہے...... بعض اوقات اللہ کے احکامات کو سمجھنے میں ہم غلطی کر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں جو کچھ فرمایا ہے، اسے آپ ایک دفعہ دوبارہ تفصیل سے پڑھیں! خود سوچیں اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، مجھے علم ہے کہ آپ جس فیصلے پر پہنچی ہیں بہت سوچ سمجھ کر ہی پہنچی ہوں گی کم از کم ہم سب بہنوں کو بتانے سے پہلے آپ نے بارہا اس پر نظرِ ثانی کی ہو گی...... آپ اپنے فیصلے میں خود کو کبھی تنہا نہیں پائیں گی۔ میں سب بہنوں سے بات کروں گی، آپ جو بھی کرنا چاہیں گی ہم اس میں آپ کی تائید کریں گی۔'' اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

''اس بات کی شرم مجھے کھائے جاتی ہے بیٹا کہ میں نے تمہارے باپ کے راز تمہارے سامنے آشکار کردیے ہیں، خود کو جہنم کا ایندھن بنا رہی ہوں...... میں نے خود جب تک ان کے بارے میں جانا نہیں تھا تب تک پوجا کی طرح ان سے محبت کی، قسم کھا کر کہتی ہوں کہ خود سے بڑھ کر ان سے محبت کی، ان کی کئی غلطیوں کو معاف کرتی رہی...... جب وہ معافی مانگتے تو میں خود کو زمین میں گڑتا ہوا محسوس کرتی کہ انہیں شرمندگی ہوئی اور اب میں نے تمہارے باپ کو تم سب کی نظروں میں بے پردہ کردیا ہے۔ مجھے ان سے محبت رہی ہے نہ دل میں ان کا احترام...... اب مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا، مجھے گھن آنا شروع ہوگئی ہے یہ سوچ کر کہ میں کس طرح کے شخص کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں، مجھے مجبوری کیا ہے بھلا؟'' میں سسک رہی تھی، دل سے ندامت محسوس کررہی تھی۔'' سوچتی ہوں کہ تم نے اچھا ہی کیا کہ اشعر کے ساتھ اپنی ساری زندگی کو سزا کی طرح نہیں گزارا، اپنے لیے جو مناسب سمجھا کیا اور جس تکلیف میں بھی ہو کم از کم اپنی نارسائی کا دکھ تو تمہیں نہیں مارتا ناں...... وہ ایک تلخ باب تھا جس کے انجام میں تم نے اپنے لیے بہترین انتخاب کرلیا، میں بھی اسے غلط سمجھتی رہی اور دنیا نے بھی غلط کہا مگر تم ہی عاقل ٹھہریں کہ تم نے اپنے لیے مناسب فیصلہ کیا۔ میں تو اتنی زنجیروں میں جکڑی ہوئی عورت ہوں کہ اس کینسر جیسے شخص کو بھی اپنی زندگی سے علیحدہ کرتے وقت سو بار سوچنا پڑا ہے......''

''آپ کو بھی کوئی مجبوری نہیں اور نہ ہی آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے مما......'' اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''کیا ہم اتنی بے خبر ہیں کہ ہمارے بچپن سے لے کر ہماری جوانی تک اس گھر میں بھانت بھانت کی عورتوں کے ساتھ پاپا......'' اس نے مجھے کندھوں سے پکڑ لیا...... ''ہم تینوں کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہے مما، صرف صدف کو پاپا کے بارے میں کچھ علم نہیں۔''

''اسے نہ ہی معلوم ہو تو اچھا ہے......'' میں نے التجا کی۔

☆☆☆

تانیہ کی اچانک موت نے مجھے توڑ کر رکھ دیا، دانیال بھی بکھرے بکھرے سے تھے، انہوں نے تانیہ کو بیٹیوں کی طرح سمجھا تھا ہمیشہ۔ کبھی میرا دل چاہتا کہ انہیں سمیٹ لوں، انہوں نے مجھ سے تانیہ کی موت کا افسوس بھی کیا......

''مجھے تو آپ سے افسوس کرنا چاہیے دانیال!''

''وہ کیوں مما؟'' فاطش نے سوال کیا تھا، مجھے لگا کہ وہ کچھ الجھی الجھی سی تھی۔

''کیونکہ وہ دانیال کی پانچویں بیٹی جیسی تھی، انہوں نے اس کو بچپن سے......'' میں ہچکیوں سے رونے لگی...۔ فاطش میرے چہرے کو گھور رہی تھی۔

''ہاں مما...... بچپن سے!'' فاطش کہہ کر سسکنے لگی، میں نے اس کے بال سہلائے، میں جانتی تھی کہ اسے تانیہ سے اور تانیہ کو اس سے بہت پیار تھا۔ فاطش کی زندگی کے المیے نے تانیہ کو بہت پریشان کر دیا تھا، وہ کہتی تھی کہ ہمیں اس کا گھر بچانے کے لیے کاوش کرنا چاہیے تھی...... اس کے بے جا لاڈ اور پیار کا ہی شاخسانہ تھا کہ میں نے فاطش کو بارہا اس کے ساتھ بدتمیزی سے بات کرتے اور جواب میں کمالِ برداشت سے تانیہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ تانیہ نے خودکشی سے پہلے بھی خاص طور پر فاطش کو بلایا تھا اور مجھے شک نہیں بلکہ یقین تھا کہ وہ اس کی خودکشی کے اسباب سے کچھ نہ کچھ واقف تھی مگر پرسش کے باوجود اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ میں تانیہ کے سسرال والوں پر مقدمہ کرنا چاہتی تھی مگر فاطش نے ہی مجھے منع کر دیا کہ جب ان کے سارے خاندان کو خودکشی کا علم ہوگا تو خالہ کی روح کو تکلیف ہوگی۔ وہ خبر جسے سب سے چھپایا گیا تھا اسے سب جان جاتے، اس کی مری ہوئی خالہ پر تھو تھو کرتے اور کئی قیافے اور قیاس آرائیاں کرتے۔

''اگر آپ ان کے خاندان کے جائیداد کے لالچ کی بات کرتی ہیں مما تو پھر تو مجھے خالہ کی سب سے قیمتی جائیداد ملی ہے، جو شہر میں ہے اور اس کی مالیت کئی کروڑ ہے، اتنی کہ ان لوگوں کو اتنی رقم گننا بھی نہیں آتی ہوگی......'' جب میں نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اس کے خاندان والوں نے جائیداد کے لالچ میں اسے خود قتل کر کے خودکشی کا ڈراما بنا دیا ہے تو اس نے کہا۔

''مجھے کچھ بتاؤ تو سہی اس کے راز کے بارے میں فاطی بیٹا!'' میں نے اصرار کیا۔

''کوئی ایسی بات نہیں ہے مما جو آپ کو بتانے والی ہوتی اور میں نے نہیں بتائی...... باقی جو اللہ نے راز میں رکھا مما...... خالہ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا، وہ زندہ ہوتیں تو یقین کریں کہ میں ان سے پوچھ کر آپ کو بتا دیتی مگر اب اسے میں آشکار کر کے گناہ گار نہیں ہونا چاہتی، اگر اس ستّار العیوب نے ان کے کئی بھید رکھ لیے تو میں کون ہوں جو اُن کا ڈنکا بجاتی پھروں۔'' اس کے کہنے پر میں خوف زدہ ہو گئی، شاید...... نہیں یقیناً تانیہ کا کوئی ایسا بھید تھا جس کا تعلق اس کی خودکشی سے تھا۔ ''ممکن ہے کہ وہ اپنی ناپسندیدہ شادی کو نبھاتے نبھاتے کسی اور کے ساتھ......'' میں اپنی مری ہوئی بہن کے بارے میں ایسا سوچنے پر خود ہی شرمندہ تھی مگر اس سے زیادہ کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی، سو اس کے حق میں صدقِ دل سے دعا کی۔

☆☆☆

احمد کے بتانے کے بعد میں نے دانیال پر خاص نظر رکھنا شروع کر دی تھی اور مجھے احساس ہوا کہ کہیں

جاتے ہوئے ان کی تیاری اور تیور ہی اور ہوتے تھے...... جتنے دن وہ گھر سے باہر رہتے، میں گھر میں کسی انجانی آگ میں جلتی رہتی۔ میں ان کے فون، کمپیوٹر اور کاغذات کو بھی چیک کرنے لگی، میں نے احمد کے کہنے پر داخلہ لے کر خاص طور پر کمپیوٹر کو استعمال کرنا سیکھا تاکہ جس طرح اس نے بتایا تھا میں دانیال کو چیک کر سکتی۔ دانیال کو اس بات کی بھنک بھی نہ مل سکی اور نہ ہی انہیں اندازہ ہوا کہ وہ کس طریقے سے چیک ہو رہے تھے اور ان کی زندگی کی بازی مات کی طرف بڑھ رہی تھی...... اسی دوران مجھے ان کی کمپیوٹر چیٹ میں ایک ایسا چہرہ نظر آیا جسے میں نے کہیں دیکھا تھا...... کافی غور و خوض کے بعد مجھے یاد آ گیا۔

''عفت کو کیسے جانتے ہیں آپ دانیال؟'' میں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

''کون عفت؟'' زمانے بھر کی معصومیت لہجے میں سموئے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''وہی عفت...... جس کے ساتھ آپ نے چند دن مری میں گزارے تھے...... فاطش کی شادی کے بعد!'' میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ ''جسے آپ واپس آ کر بھی نہیں بھولے...... فاطش کی خلع ہو جانے کے بعد بھی آپ اسے اس کے گھر جا کر ملتے رہے ہیں کیونکہ اس کا شوہر ملک سے باہر ہے اور وہ گھر میں تنہا اور اداس رہتی ہے...... وہ جسے آپ کہتے ہیں کہ دنیا کی سب سے باکمال عورت ہے۔''

''میں کسی عفت کو نہیں جانتا۔'' وہ ہٹ دھرمی سے بولے۔

''ہونہہ......'' میں نے طنز سے کہا۔ ''آپ کہیں اور میں مان لوں...... دانیال؟ وہ عفت دراصل اشعر کی پھوپی کی نند ہے...... آپ کو علم ہونا چاہیے کہ آپ کی بیٹی کی شادی اس گھر میں، اس خاندان میں ہوئی اور پھر اس نے اتنے برے حالات دیکھے...... جس وقت میری بیٹی اپنی شادی شدہ زندگی کی بقا کی جنگ ہار کر گھر میں آئی، اس روز آپ اشعر کے خاندان کی ایک عورت کے ساتھ اپنے گھر سے دور رنگ رلیاں منا رہے تھے۔'' میں سسکی۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جان۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھایا جسے میں نے جھٹک دیا۔

''مت چھوئیں مجھے ان غلیظ ہاتھوں سے......''

''تم حد سے بڑھ رہی ہو حنا!'' انہوں نے الٹا مجھ پر غصہ کیا۔

''حد......؟'' میں نے گہری سانس لی۔ ''حد تو تم نے کر دی ہے دانیال!'' غصے کی انتہا پر پہنچ کر میرا اس شخص کی عزت کرنے کو بھی دل نہ چاہ رہا تھا۔ اس دن کے بعد سے میرے اور ان کے درمیان سے لفظ ''آپ'' کسی رسوا ہونے والے محبوب کی طرح اٹھ گیا۔ ''بہت ہو چکی...... میں نے بہت برداشت کر لیا، تمہیں تو یہ شرم بھی نہیں رہی کہ تمہارے کرتوتوں کی سزا تمہاری بیٹیوں کو مل رہی ہے...... ایک کو طلاق ہو گئی ہے، ایک کا بیٹا مستقل مریض ہے اور ہر وقت اس کی جان خطرے میں رہتی ہے...... ایک کی شادی ہوئی ہے تو اولاد کا سکھ اس کے نصیب میں نہیں...... کیوں نہیں سمجھ میں آتا کہ یہ قدرت کی طرف سے سزا کے طور پر بھی ہو سکتا ہے۔''

''ہاں ہاں......'' وہ جواب میں چیخے۔ ''تم یہ کیوں بھول گئی ہو کہ اس دنیا میں ہونے والی ساری جنگیں، ساری دہشت گردی، قحط، سیلاب اور زلزلے، حادثات اور اموات بھی سب میری وجہ سے آ رہے ہیں۔''

''جس پر جو قیامت ٹوٹتی ہے اسے سب سے بڑی وہی لگتی ہے دانیال...... میرے لیے یہی حادثات ہیں اور یہی زلزلے جنہوں نے ہماری زندگی کو تہ و بالا کر دیا ہے۔''

''تم ضرورت سے زیادہ تصوراتی دنیا میں رہنے لگی ہو حنا!'' انہوں نے دھیما لہجہ کر کے اپنے لہجے کی تلخی کا اثر کم کرنے کی کوشش کی۔

''ساری عمر تصورات کی حسین دنیا میں رہتے گزر گئی، اب آنکھ کھلی ہے تو اندازہ ہوا کہ میں نے کس دھوکے میں رہ کر عمر بتا دی۔''

''میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا تمہیں حنا...... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میں اس عمر میں تمہیں کیا دھوکا دوں گا؟'' اپنی غلطی کو ماننے پر وہ تیار ہی نہ تھے میں ضبط وکرب کی کتنی ہی منزلوں سے گزر کر ان سے بات بھی کرتی، کوشش کرتی کہ ...... جب بھی موقع ملے سمجھاؤں مگر جونہی میں اس موضوع کی طرف آتی وہ پلٹا کھا کر الٹا مجھ سے الجھ پڑتے جیسے میں جھوٹی اور وہ سچے ہوں، میں نے کس سراب کے پیچھے بھاگ بھاگ کر اپنا آپ گنوا دیا تھا، احساسِ زیاں جاتا ہی نہ تھا، اپنا وجود ارزاں لگنے لگا، جی چاہتا کہ وہی کروں جو تانیہ نے کیا تھا۔ اب تو اور بھی واثق یقین ہو چلا تھا کہ تانیہ نے کسی مرد کے ہاتھوں دھوکا ہی کھایا ہوگا...... مگر میرے ہاتھ میں صرف پچھتاوؤں کے مسلے ہوئے نوٹ تھے۔

کاش میں نے کرن کے ساتھ وہ سب نہ کیا ہوتا، اے کاش! مجھے کہیں کرن مل جائے تو میں اس سے معافی کی بھیک مانگوں کیونکہ مجھے یقین تھا کہ کرن کی بددعاؤں نے میری زندگی کو یوں بدنصیبی کا نمونہ بنا دیا تھا۔ اسے بتاتی کہ دانیال کو کھونا اس کی ... بدنصیبی نہ تھی بلکہ اس کی کوئی نیکی کام آ گئی تھی جو اسے دانیال سے نجات مل گئی تھی...... اگر اس کی بددعائیں طاقت ور تھیں تو کیا میری دعائیں اللہ تعالیٰ رد کر دیتا، میں نے باقاعدگی سے نماز پڑھ کر اس (دانیال) کے لیے ہدایت کی دعا کرنا شروع کر دی۔'' یا اسے ہدایت کا راستہ دکھا میرے مولا، یا مجھے اس سے نجات دلا!''

اُس کا میری زندگی میں ہونا میرے لیے اتنا کرب ناک تھا کہ میں اٹھتے بیٹھتے اسے ان لڑکیوں اور عورتوں کے ناموں کے طعنے دینے لگی جن سے اس کا واسطہ رہ چکا تھا یا اس وقت تھا۔

وہ بھی مجھے الجھ کر دیکھتا، میری باتیں سن کر حیرانی سے ٹکر ٹکر مجھے گھورتا مگر اسے کہاں سمجھ تھی کہ میں یہ سب کیوں کر جان لیتی تھی۔ اپنا فون بھی وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا، اپنا کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اس نے مستقل دفتر ساتھ لے جانا شروع کر دیا مگر اسے غالباً علم نہ تھا کہ ''ہیلنگ'' کے لیے مجھے اس کے کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ کی ضرورت بھی نہ تھی، اس کی سوچ یہیں تک محدود تھی جو وہ ہر بات کے جواب میں کہتا ''جانے کون تمہارے کان بھرتا رہتا ہے...... جانے کسے تم نے میری جاسوسی پر لگا رکھا ہے جو تمہیں الا بلا بتاتا رہتا ہے۔'' اس سے آگے اس کی سوچ نہ جاتی۔

☆☆☆

صدف کی شادی میرا آخری فرض تھا جسے میں نے نبھانا تھا اور اس کے بعد میں اپنے لیے فیصلہ کرنے کو آزاد ہوتی، مجھے ایسے بدکردار شخص کے ساتھ رہنے کی کوئی مجبوری نہ تھی، مجھے دنیا کی پروا بھی نہ رہی تھی، دنیا کا کیا ہے، لوگوں کے منہ بند رکھنے کو ہم کتنا کچھ کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی بات پر کھلے رہتے ہیں۔ صدف کی شادی سے پہلے میں نے احمد سے وعدہ لیا تھا کہ وہ صدف کو کچھ نہیں بتائے گا کیونکہ وہ اپنے باپ کو بہت چاہتی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ اس کا دل یہ سب جان کر دکھی ہو، وہ بہت حساس تھی اور باپ کی ذرا سی تکلیف یا بیماری پر تڑپ اٹھتی تھی۔

کبھی میں نے بھی اس شخص کو ... یونہی چاہا تھا، اس کی خوشی اور ناخوشی کا خیال رکھا تھا، اس کی کسی امانت میں خیانت نہ کی تھی تو پھر وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ کیا کمی واقع ہو گئی تھی مجھ میں، میرے پیار میں، میری وفاداری میں؟ عمر بھر تو بیویاں شوہروں کی دلداری میں نہیں رہ سکتیں، ان کے کاندھوں پر وقت کے ساتھ ساتھ کئی مصروفیات پڑ جاتی ہیں جن کا بار وہ تنہا اٹھاتی ہیں اور شوہر بجائے ان کا ساتھ دینے کے، کیا اپنے لیے نئی دلداریاں ڈھونڈ لیں......؟ ان کی محبت کا صلہ انہیں بے وفائی کی صورت میں دیں؟

میں نے سال بھر اسے طعنے دے دے کر اور جتلا جتلا کر بھی دیکھ لیا مگر اس کے اس گھٹیا معمول میں کوئی فرق نہ آیا، میں نے کافی سوچ سمجھ کر اس سے حتمی بات کرنے کا فیصلہ کیا، مجھے اب اس کی زندگی میں نہ رہنا تھا اور اس کے لیے اسے یہ گھر چھوڑنا پڑتا کیونکہ یہ

گھر میرا تھا، وہ نہ صرف گھر سے نکلتا بلکہ میری زندگی سے بھی نکل جاتا اور آزاد ہوتا کہ جہاں چاہے اور جیسے چاہے جھک مارے، جب اسے ہی احساسِ عذاب و سزا نہ رہا تھا تو میرا کیا بگڑتا تھا، اسے نہ دنیا میں بدنامی کا ڈر رہا تھا نہ آخرت میں عذاب کا...... جتنے دھڑلے سے وہ شہر شہر میں عورتوں سے تعلقات رکھے ہوئے تھا اور ان سے ملتا تھا، مجھے سوچ کر حیرت ہوتی کہ وہ اب تک کسی کے ہاتھوں پکڑا کیوں نہ گیا تھا۔

میں نے بہت سوچ سمجھ کر خلع کا فیصلہ کیا تھا، اس عمر میں اور شادی شدہ بیٹیوں کے ساتھ مجھے طلاق ملتی تو میں لوگوں کے منہ نہ روک سکتی، لوگ مجھ پر شک کرتے اس لیے میں نے خلع لینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنی ساری بیٹیوں کو بتا دیا کہ میں نے کیا فیصلہ کیا تھا۔ رانیہ کو میں نے پیغام بھیجا، فاطش اور نیلم سے روبرو بات کی اور صدف کو اسکائپ پر...... کئی دن تک میں ان سب کی طرف سے ردِعمل کا انتظار کرتی رہی، فاطش تو گھر میں تھی اس لیے اس نے اگلے ہی روز مجھ سے بات کی اور کہا کہ وہ میرے ہر فیصلے میں میرے ساتھ ہے اور تائید کرے گی۔ صدف کی طرف سے مجھے توقع تھی کہ وہ چیخے گی، چلائے گی، وضاحتیں مانگے گی مگر اس کی طرف سے ایسا کچھ نہ ہوا، الٹا احمد نے مجھے بتایا کہ وہ شاک میں چلی گئی تھی۔

''آپ نے اسے کیا کہا ممانی جان؟'' احمد نے مجھ سے فون پر پوچھا۔

''وہ ہے کہاں؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔ ''میری اس سے بات کروا دو بیٹا!''

''اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے ممانی جان اور وہ اسپتال میں ہے۔ اسپتال کے اندر فون کی سروس نہیں ہے، گھر پر جائیں گے تو اس سے بات کروا دوں گا۔''

''اسے فوراً بھجواؤ پاکستان بیٹا، ورنہ اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو جائے گی۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آپ نے اسے کیا بتایا ہے ممانی جان؟'' اس نے سوال دُہرایا۔

''میں نے اسے بھی بتایا ہے اور باقی سب بیٹیوں کو بھی کہ میں نے دانیال سے خلع لینے کا فیصلہ کیا ہے......'' میں نے تھوک نگل کر بہ مشکل فقرہ ادا کیا۔

احمد بھی اس بات پر ساکت رہ گیا، کافی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ ''ہیلو!'' میں نے تصدیق کی کہ وہ فون کے دوسری طرف موجود تھا۔

''بہت برا ہوگا یہ تو......'' اس نے ہولے سے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ ماموں وعدہ کرنے کے باوجود اپنا وہی معمول جاری رکھے ہوئے ہیں؟''

''ہوں!'' میں نے فقط ہوں پر اکتفا کیا۔

''کیا آپ نے صدف کو بتایا ہے کہ آپ کس وجہ سے خلع لے رہی ہیں ماموں سے؟''

''نہیں......اس کا موقع ہی نہیں ملا بیٹا!''

''فقط یہ کہہ دینا کہ آپ ماموں سے خلع حاصل کرنا چاہتی ہیں، کافی نہیں ممانی جان، آپ کو وجہ بتانی چاہیے تھی صدف کو، تاکہ اسے اندازہ ہوتا کہ آپ کا فیصلہ درست ہے اور وہ شاک میں نہ جاتی۔''

''میں کس طرح اسے یہ سب بتاتی بیٹا......'' میں نے بے بسی سے کہا۔ ''وہ اپنے باپ کی دیوانی ہے، اس کے سامنے اپنے باپ کا بت پاش پاش ہوا تو وہ دنیا کے ہر مرد سے متنفر ہو جائے گی۔''

''میں کوشش کرتا ہوں صدف کو بھیجنے کی، ہو سکا تو خود بھی ساتھ آؤں گا۔'' اس نے جانے کس کیفیت میں فون بند کیا کہ خدا حافظ بھی نہ کہا، میں فون بند کر کے سسک پڑی، مجھے یوں لگا کہ میں کسی بازار میں ننگے سر کھڑی ہوں۔ میرے ذاتی بھید میری اپنی بیٹیوں پر اور پھر دامادوں پر آشکار ہونے والے تھے۔

☆☆☆

تانیہ کی موت نے مجھے توڑ دیا تھا تو فاطش کی حالت اس سے بھی ابتر تھی، میں نے ان دنوں اسے اتنا پریشان دیکھا تھا کہ شاید اس سے قبل کبھی نہیں۔ وہ گم صم پہروں کمرے میں پڑی رہتی، کالج سے لوٹتی تو اس کے

بعد کمرے سے نہ نکلتی۔ صدف کے ساتھ وہ کچھ بہل گئی اور پھر میں نے نیلم سے بات کی تو اس نے وعدہ کیا کہ وہ کچھ کرے گی تا کہ فاطش کو اس شاک سے نکالا جا سکے...... ''فاطش کی شادی کرنا اہم ہے بیٹا!''

''شادی کے لیے اس سے بات کرنے سے پہلے اہم یہ ہے کہ وہ اس کیفیت سے نکلے مما جو خالہ کی موت سے اس پر طاری ہو گئی ہے، مجھے لگتا ہے کہ وہ ڈیپریشن میں چلی گئی ہے۔''

''ایسا کیوں ہوا بیٹا......؟''

''اسے عدم تحفظ کا احساس ہونے لگا ہے مما، نہ صرف خالہ کی موت بلکہ آپ کے حالیہ فیصلے نے بھی اس پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، اسے خوف پڑ جائے گا کہ دنیا کے سارے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''تم کہنا چاہتی ہو بیٹا کہ اس کی اس ذہنی کیفیت کی وجہ میں ہوں؟'' میں نے دکھ سے سوال کیا۔

''میں نے یہ قطعی نہیں کہا مما......'' اس نے فوراً کہا۔ ''لیکن کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کا یہ فیصلہ اپنی جگہ درست سہی مگر آپ اپنی بیٹیوں کے ذہنوں اور ان کی زندگیوں پر اس کے اثرات کو وقوع پذیر ہونے سے نہیں روک سکتیں۔'' اس کے کہنے کا مطلب تو یہی تھا کہ مجھے اس بڑے فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے اپنی بیٹیوں کے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔ ان کے گھروں کے حالات کو مدِنظر رکھنا چاہیے تھا، دنیا میں کسی اور کی نہیں مگر اپنی بیٹیوں کی پروا کرنا چاہیے تھی۔ میں خاموش ہو گئی...... ''مما آپ یہ نہ سوچیں کہ میں آپ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہی ہوں، ہم سب اپنے اپنے گھروں میں مطمئن اور خوش ہیں...... مگر...... ایسا ہوا تو......'' وہ رکی ''دیکھیں ناں، جیسے مجھے عمر کو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو بتانا ہو گی اسی طرح صدف اور رانیہ آپی کو بھی اپنے شوہروں کو کچھ نہ کچھ بتانا ہو گا ناں؟'' اس نے نظر چرا کر کہا۔

''ہونہہ......'' میں نے گہری سانس لی تھی، میں اسے بتانا نہیں چاہتی تھی کہ صدف کے شوہر احمد کو نہ

صرف علم ہے بلکہ اسی نے تو مجھے اس سارے خطرے سے آگاہ کیا تھا بہت عرصہ پہلے۔

ایسا نہیں تھا کہ میں نے اس فیصلے تک پہنچنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر غور نہیں کیا تھا مگر نیلم کی بات کے جواب میں خاموشی اس لیے اختیار کی تھی کہ میں اسے واضح الفاظ میں یہ نہ کہہ سکتی تھی کہ اب مجھے کسی کی پروا نہ رہی تھی نہ ہی میں اپنی بیٹیوں کو اعتماد میں لیے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کر سکتی تھی......

☆☆☆

نیلم کا پیغام آیا تھا کہ اسے فاطش کو خریداری کے لیے ساتھ لے کر جانا تھا۔ ان دنوں نیلم دن رات گھن چکر بنی ہوئی تھی اس کے شوہر کی پہلی بیوی سے بیٹی بیلی کی شادی طے ہو گئی تھی۔

''مگر تمہیں تو علم ہے نیلم کہ وہ کتنی چور ہے خریداری کی، جان جاتی ہے اس کی بازار کا نام سن کر۔'' میں نے اس سے کہا، جانتی تھی کہ فاطش کو خریداری کا کبھی شوق نہ رہا تھا، وہ اس معاملے میں چور تھی، اس کا بس نہ چلتا تھا کہ کوئی اس کے لیے سب کچھ خرید کر لے آئے، اسے گھر بیٹھے ضرورت کی ہر چیز مل جائے۔

''میں تو پہلے ہی آپ سے اجازت لینے والی تھی مما کہ اسے میرے حوالے کر دیں چند دن کے لیے......'' نیلم نے کہا تھا۔'' اسے کہیں کہ میں اس کی منت کرتی ہوں کہ میرے ساتھ چلے، مما مجھے اپنے لیے خریداری کرنا ہے، کم از کم مجھے مشورہ تو دے دے گی، بہن ہے وہ میری......''

''صدف کو لے جاؤ بیٹا، وہ بھی ذرا بہل جائے گی۔'' میں نے تجویز پیش کی۔

''نہیں مما......'' اس نے فوراً کہا۔'' صدف کا انتخاب بہت مختلف ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ احمد ہے، اس کی اپنی سسرال کی کوئی نہ کوئی مصروفیت بھی ہو گی۔'' اس کے پاس جواب موجود تھا سو میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں فاطش کو منا لوں گی۔

''کسی وقت آؤں گی آپ کی طرف، آپ سے ایک اور اہم بات بھی کرنی ہے۔'' اس نے کہا۔

''کون سی اہم بات بیٹا؟'' میں نے فوراً پوچھا تھا۔

''وقت آنے پر بتاؤں گی۔'' اس کے اتنا کہہ کر فون بند کر دینے سے میں قیافوں میں الجھ گئی، ممکن ہے کہ اس نے عمر سے میرے بارے میں بات کی ہو اور اس کا ردِعمل مجھے بتانا چاہتی ہو، ان دنوں میری سوچ اس سے آگے بڑھتی ہی نہ تھی۔ جلد ہی بلی تھیلے سے باہر آ گئی اور اس نے مجھے بتایا کہ اس کی نند ناہید کا دیور سجاد...... فاطش سے شادی کا خواہاں تھا۔ نیلم کی طرف سے آنے والے رشتے نے میرے اندر امید کی ایک نئی رمق جگا دی تھی، میں جی جان سے فاطش کو اس پر منانے میں جت گئی۔

''پہلے آپ اس سے مل لیں ایک بار مما!''

''میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی بیٹا..مگر صرف اس صورت میں اگر تمہارا دل مانتا ہو، خواہ مخواہ...... میں اس سے کیا ملوں گی۔''

''میرے اپنے خدشات ہیں مما مگر میں چاہتی ہوں کہ ایک ماں کی حیثیت سے آپ اسے جانچیں، میں اب کے کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتی، جانے کیسے کیسے سوالات ذہن میں اٹھتے ہیں مگر مجھے علم ہے کہ میں ان سے پوچھ نہ پاؤں گی مگر آپ ان سے بات کریں گی تو کھل کر ساری وضاحتیں بھی کریں اور یقین دہانی بھی کہ میں دوبارہ دھوکا نہیں کھانا چاہتی۔'' وہ آنسوؤں بھری آنکھوں سے کہہ رہی تھی جس سے مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی کہ اسے سجاد سے شادی پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اگر میں اس کے کہنے کے مطابق اس سے مل کر کچھ باتوں کی وضاحت کر دوں۔ میں نے نیلم سے کہا کہ جب سہولت ہو تو سجاد سے کہے کہ وہ آ کر مجھ سے مل لے، مجھے اس معاملے میں دانیال سے مشورہ لینے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی تھی اور نہ ہی میرے اور اس کے درمیان تعلق کی وہ نوعیت رہ گئی تھی کہ مجھے اس حوالے سے کوئی پروا ہوتی۔

☆☆☆

''اگرچہ تم عمر میں مجھ سے اتنے چھوٹے نہیں ہو مگر اس کے سوا کوئی اور طرزِ تخاطب سوجھا نہیں بیٹا کہ تم نیلم کے تعلق کے حوالے سے بھی آتے تو میں بیٹا کہہ کر ہی بات کرتی......''

''ذرہ نوازی ہے آنٹی آپ کی۔'' اس نے احترام سے کہا۔

''میں بات کو گھما پھرا کر کروں گی اور نہ ہی طوالت اختیار کروں گی، پوچھنا چاہتی ہوں کہ فاطش کے ساتھ شادی کرنے میں کون سا جذبہ کار فرما ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ میں اسے محبت ہی کہوں گا۔'' اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔

''کسی کو جانے بغیر محبت کیسے ہو سکتی ہے، تم تو اس سے ملے بھی نہیں تھے جب تم نے نیلم سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہ میں ایک نوجوان ہوں اور نہ ہی فاطش ایک کم سن لڑکی آنٹی۔ یقین کریں کہ میں نے اسے آپ کے گھر میں پہلی بار دیکھا تو وہ مجھے اچھی لگی تھی، جانتا بھی نہ تھا کہ اس کا نام فاطش ہے، اس کی شادی بھی ہوئی تھی اور اس کا ایک بیٹا بھی ہے......''

''تو یہ سب جان کر بھی تمہارے جذبات وہی کیونکر رہے؟'' میں نے اگلا سوال کیا۔

''آنٹی میں خود بھی اسی طرح کے حالات کا شکار رہا ہوں، میری امی تو اب بھی کنواری لڑکیوں کے رشتے ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹیوں کے والدین اتنے مجبور ہوتے ہیں کہ انہیں جیسا تیسا بھی رشتہ ملے کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، میں نے ہی مان کر نہیں دیا میں سمجھتا تھا کہ یہ مناسب جوڑ نہ ہوگا، میں کنواری اور کم سن لڑکیوں کے ساتھ خود کو کبھی سیٹ نہ کر پاتا......'' وہ رکا۔ ''فاطش مجھے دیکھنے میں اچھی لگی، پھر اس کے حالات جانے تو مجھے یہ جوڑ بالکل مناسب لگا، ممکن ہے کہ ہماری عمروں میں تفاوت پر آپ کو یا انکل کو اعتراض ہو۔ مگر امید اس لیے بندھ گئی کہ آپ نے اپنی ایک کنواری بیٹی کی شادی اس سے عمر میں کافی

باتیں جو مہکائیں

☆ سوچ گہری ہو جائے تو کیے جانے والے فیصلے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

☆ برائی کرنے والے سے نہیں بلکہ برائی سے نفرت کرو۔

☆ رونے سے زندگی نہیں گزرتی بلکہ لٹک جاتی ہے۔

☆ اتنا اونچا نہ اڑو کہ تمہیں سورج کی کرنیں پگھلا دیں۔

☆ جس محبت پر آپ فخر نہ کر سکیں وہ صرف موت ہے۔

☆ دعا میں بڑی طاقت ہے، جب تک سینے میں ایمان ہے دعا پر یقین رہتا ہے۔

مرسلہ: عنبر وسیم، گوجرانوالہ

بڑے شخص کے ساتھ کی، بلکہ اس کے تو پہلی بیوی سے چار بچے بھی تھے۔''

''وہ تو ایک مجبوری بن گئی تھی مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے......''

''نیلم بھابی کو دیکھ کر ہی لگتا ہے کہ وہ ایک سمجھ دار ماں کی بیٹی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ فاطش بھی ایسی ہی ہوگی، بدقسمت تھا وہ شخص جو اس کی قدر نہ کر سکا ہو۔'' اس نے پورے خلوص سے کہا تھا۔

''جن لڑکیوں کی دوسری شادی ہوتی ہے...... ان کے شوہر انہیں عموماً پہلی شادی کے حوالے سے کچھ نہ کچھ کہتے ہیں، اگر ایسی کوئی صورتِ حال ہوئی تو؟''

''آج میں نے پہلی اور آخری بار فاطش کی پہلی شادی کا حوالہ دیا ہے آنٹی، میرا وعدہ ہے آپ سے کہ اس کے بعد یہ بھی نہیں کہوں گا کہ بدقسمت تھا وہ شخص!'' اس نے کہا۔ ''میں خود بھی شادی شدہ رہ چکا ہوں اور ایک بیٹی کا باپ ہوں، میں سمجھ سکتا ہوں کہ جب زخموں پر کھرنڈ آ جائے تو انہیں چھیلنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری

طرف سے ماضی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں آپ کی بیٹی کو خوش رکھوں گا، میرے پاس اپنا ذاتی گھر ہے، میرا کاروبار بھی اچھا ہے اور میں کوشش کروں گا کہ آپ کی بیٹی کی ہر خواہش پوری کروں، جیسا وہ رہنا چاہے اسے ویسا رکھوں، آپ بے شک امریکا آ کر میری ان سب باتوں کی تصدیق کر لیں۔''

''زندگی میں ایک مرد کے ہاتھوں دھوکا کھانے والی عورت...... دودھ کے جلے جیسی ہو جاتی ہے بیٹا، اسے دوسرے مرد پر اعتبار بڑی مشکل سے آتا ہے، میری بیٹی بڑی برداشت والی ہے مگر شادی شدہ زندگیوں میں ایسے اتار چڑھاؤ آتے ہیں کہ اچھے اچھوں کے قدم لرز جاتے ہیں......''

''میں سمجھتا ہوں ان باتوں کو آنٹی، میں نے اپنی بیٹی کی خاطر بہت مصالحت کی کوشش بھی کی تھی مگر میری بیوی...... اسے میرا اور میرے خاندان کا کچھ بھی پسند نہ تھا، مرد کی برداشت کی بھی حد ہوتی ہے، میں اس حد سے بڑھ کر اسے برداشت کرتا رہا مگر وہ کسی بات پر مطمئن نہ ہوتی اور پھر وہ خود ہی گھر چھوڑ کر چلی گئی...... اس نے عدالت میں خلع کا کیس کر دیا تو میں نے اسے طلاق دے دی۔'' وہ رکا، گہری سانس لی۔ ''میں یہ تمام باتیں فاطش کے سامنے قطعی نہیں دُہرانا چاہتا، بس چاہتا ہوں کہ میری ہونے والی بیوی یہ سمجھتی ہو کہ شادی دو افراد کے تعلق کا نام نہیں ہے۔ اگرچہ میرے خاندان کی طرف سے نہ کوئی بوجھ ہوگا نہ دباؤ، مگر بیوی کی طرف سے یہ مطالبہ کہ اس سے تعلق قائم ہو تو باقی سب سے قطع تعلق کر لیا جائے...... یہ تو ٹھیک نہیں ہے ناں آنٹی!''

''ہوں......'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''ظاہر ہے کہ کوئی بھی فرد شادی اس لیے نہیں کرتا کہ وہ باقی خاندان سے کٹ جائے، میری کسی بیٹی میں ایسا وصف نہیں ہے بیٹا!''

''باقی جس طرح آپ مناسب سمجھیں، اگر آپ، انکل اور فاطش مجھے اس قابل سمجھیں تو مجھے خوشی ہوگی، میری ایک بہت بڑی خواہش کی تکمیل ہوگی...... اسود فاطش کا حصہ ہے اور اس حوالے سے مجھے اس کے فاطش کے ساتھ ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا...... میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں اسے اس کے سگے باپ سے بڑھ کر چاہوں گا۔ مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا بہترین دوست ثابت ہوں گا۔'' اس نے وعدہ کیا، اسے تو علم بھی نہ تھا مگر ساتھ کے کمرے میں بیٹھی فاطش ہم دونوں کے بیچ ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی...... ''آپ کو کسی بات پر ذرا سا بھی شک ہو تو آپ اپنے طور پر جانچ پڑتال کروالیں، میں چاہتا تھا کہ اسی دفعہ کچھ طے ہو جاتا تو میں...... میرا مطلب ہے کہ اگر آپ میرا رشتہ قبول کر لیں تو میں سادگی سے نکاح کر کے فاطش کے ویزے کے لیے اپلائی کر دوں اور جب اس کا ویزا آ جائے تو میں اسے لینے آ جاؤں اور اگر آپ چاہیں تو اپنی تسلی کر لیں، جب آپ مطمئن ہوں تو میں پھر بھی آ سکتا ہوں۔'' اس نے اپنا مدعا ڈرے ڈرے انداز میں بیان کیا تو میں خود کو مسکرانے سے نہ روک سکی۔

''میں فاطش کے پاپا سے بات کر کے تمہیں بتاؤں گی بیٹا!''

''آپ پہلے فاطش سے بات کر لیں آنٹی، اس کی رائے اور اس کا فیصلہ سب سے اہم ہے میرے لیے۔''

''فاطش کی رائے بھی کے لیے سب سے اہم ہے بیٹا، اس لیے کہ اب وہ ایک کم عمر اور نادان لڑکی نہیں ہے جو کسی کی باتوں میں آ جائے، وقت اور حالات نے اسے بہت کچھ سکھایا ہے اور اب وہ یقیناً اپنے لیے بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے۔''

''میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا آنٹی!'' اس نے انتہائی احترام سے میرے سامنے سر جھکایا، میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ''بہت شکریہ اس عزت افزائی کا...... آپ نے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھا ہے تو اسے رکھا رہنے دیجیے گا۔'' وہ سلام کر کے چلا گیا اور دو منٹ کے بعد میں فاطش کے

پاس تھی۔

''باتوں کا استاد ہے مما!'' اس نے ہنس کر کہا، اس کی ایسی ہنسی میں نے سالوں سے نہ سنی تھی۔

''چلو اچھا ہے، تمہیں بور نہیں ہونے دے گا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''مجھے کیوں؟'' اس نے مصنوعی ناراضی سے پوچھا۔

''کیونکہ اب باقی زندگی تم نے اسی کی باتیں تو سننا ہیں۔'' میں نے اس کی لال ہوتی ہوئی ناک کو چھوا۔

''یہ کس نے کہہ دیا؟'' اس کی آنکھوں میں ہنسی سے آنسو آ گئے تھے۔

''تمہاری آنکھوں کی نمی نے...... تمہارے ہونٹوں کی ہنسی نے......''

''آپ کو تو شاعرہ ہونا چاہیے تھا مما!'' وہ اپنے چہرے پر بکھرنے والے رنگ چھپانے کے لیے مجھ سے لپٹ گئی، میں نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا، اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر اسے خوش رہنے کی دعا دی، نیلم کو کال کر کے بتانا بھی تھا اور اس سے یہ...... بھی کہنا تھا کہ وہ اور عمر دانیال سے خود ہی بات کر لیں اور انہیں بتا بھی دیں کہ فاطش کو بھی اس پر اعتراض نہ تھا، جب یہ شادی کرنا ہی تھی تو اس میں مزید دیر کا کیا جواز۔

☆☆☆

سب سے بڑھ کر حیرت تو مجھے یہ تھی کہ رانیہ کی طرف سے مجھے کسی قسم کے ردِ عمل کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا، یا تو اسے موقع نہ مل رہا تھا یا پھر وہ اپنی زندگی میں مصروف اتنی تھی کہ اس طرف اس کا دھیان نہ تھا، مگر یہ کوئی ایسی معمولی اور چھوٹی بات تو نہ تھی۔ میرا دھیان مصطفیٰ کی طرف چلا گیا، اللہ کرے کہ وہ خیریت سے ہو۔ میں نے اس پیغام کے بعد خیر خیریت کا کوئی پیغام بھی کئی دن تک نہ بھیجا تھا اور چند دن کے بعد جب میں نے پیغام بھیجا تو اس کا جواب اتنے نارمل انداز میں دیا تھا اس نے کہ میں حیران رہ گئی۔

جانتی تھی کہ وہ پردیس میں ہے مگر یہ بھی علم تھا کہ وہ میری بہت بہادر بیٹی تھی اور چھوٹی چھوٹی بات پر دل نہ چھوڑ دیتی تھی جیسے کہ صدف...... بیٹے کی طرف سے بھی اسے پریشانی رہتی تھی اور اپنی ملازمت میں مصروف بھی رہتی تھی، سسرال کے بھرے پُرے خاندان کی ذمے داریاں بھی تھیں۔ عابد بیٹا اس کے ساتھ بہت اچھا تھا اور اپنی ماں جیسی عزت مجھے بھی دیتا تھا، مجھے امید تھی کہ وہ میری بات کو آسانی سے سمجھ لے گا، ممکن ہے کہ رانیہ نے اپنے طریقے سے اسے سمجھا بھی دیا ہو۔ میں رانیہ کے بارے میں سوچ سوچ کر متفکر تھی اور وہ اس روز یوں اچانک پہنچ گئی مصطفیٰ کے ہمراہ، عین اس وقت جب ہمارے گھر کی فضا ایک فائر کی آواز سے گونج اٹھی تھی! صدف، فاطش اور رانیہ چیختی ہوئی باپ کی اسٹڈی کی طرف بھاگیں جبکہ میں نے ملازمہ کوثر سے مصطفیٰ کا خیال رکھنے کو کہا جسے اس کی ماں چھوڑ کر بھاگی تھی تو وہ منہ بسور رہا تھا۔ میں بیٹیوں کے تعاقب میں بھاگی تو میرے قدم کئی کئی من کے ہو

رہے تھے، جانے میری آنکھ کیا منظر دیکھنے جارہی تھی۔

☆☆☆

اسٹڈی روم میں...... ہر طرف لہو کے چھینٹے دیکھ کر میں ہی مر گئی تھی۔ دانیال نے خودکشی کرلی تھی، یہ سوچ کر ہی میرے بدن سے جان نکل گئی، میں نے یہ تو ضرور چاہا تھا کہ اسے اس دنیا میں بھی عبرت ہو اور یہ بھی سوچا تھا کہ اس سے خلع لینے کے بعد اس کا مکروہ چہرہ ساری دنیا کے سامنے لاؤں گی مگر اس وقت اپنے ہی لہو پر گرے ہوئے دانیال کو دیکھ کر میں سکتے میں چلی گئی، کوئی آواز نکلی نہ آنسو...... فاطش چیخ رہی تھی، رانیہ...... جو ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے پہنچی ہی تھی اس کا چہرہ دھواں دھواں ہورہا تھا۔ صدف اپنے بال نوچ رہی تھی۔ میری بیٹیوں کے چہرے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے، احمد نظر آیا تھا پھر ایمبولینس کے سائرن کی آواز...... ہر طرف بھگدڑ مچی تھی، سب بھاگ رہے تھے۔

میں وہیں قالین پر ڈھے گئی تھی۔ میری انگلیوں کو قالین نم محسوس ہوا، میں نے ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیا، لال لال لہو...... کمرے سے باقی لوگ فوراً غائب ہوگئے تھے۔ کمرا خالی ہوگیا تھا۔ میں مرے مرے قدموں سے وہاں سے نکلی، نیچے آئی جہاں اکیلا مصطفیٰ، کوثر کے ہاتھوں سے نکل رہا تھا ساتھ بھاں بھاں کر کے رو رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا کیونکہ اس کے لیے رونا ٹھیک نہ تھا۔ ملازمہ سے کہا کہ اس کے لیے پانی لے کر آئے اور اسود کو بھی دیکھے، میری گود میں آکر مصطفیٰ چپ ہوگیا تھا۔ میرے آنسو زار و قطار بہنے لگے، وہ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ”صاحب کیا کر رہے تھے کمرے میں جب تم انہیں رانیہ کا بتانے کے لیے گئی تھیں؟“

”وہ اپنا پستول الماری سے نکال کر مڑے ہی تھے، میں نے سوچا کہ آپ کو بتاتی ہوں مگر اس سے پہلے ہی......“ کوثر نے ہکلا ہکلا کر بات پوری کی۔

”دانیال ہمیشہ اپنا پستول خود ہی نکال کر باقاعدگی سے صاف کرتے ہیں اور اس میں کبھی گولی بھی نہیں ہوتی۔“ میں بڑبڑا رہی تھی، شاید میں ملازمہ کے ذہن میں آنے والے اندیشوں کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ”جانے کس طرح اس میں گولی رہ گئی جو صاف کرتے ہوئے چل گئی؟“ میں نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں بے یقینی کا لیپ تھا...... ”سب لوگ چلے گئے، میرا کسی نے انتظار بھی نہیں کیا؟“ میں دیوانوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

”وہ جی، خون بہت بہہ رہا تھا اور پھر گاڑی میں چاروں بیٹھ کر ایمبولینس کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔“ اس نے بتایا۔ ”آپ ڈرائیور کے ساتھ چلی جائیں، میں بچوں کو سنبھال لیتی ہوں۔“ اس نے سوتے ہوئے مصطفیٰ کو میرے پاس سے اٹھایا اور اسود کے پاس لے گئی، میں نے اپنا کمرا لاک کیا، بیگ اٹھایا اور ڈرائیور کے ساتھ نکلی، فون کر کے احمد سے پوچھ کر ڈرائیور کو بتایا کہ وہ کس اسپتال میں تھے۔ احمد سے پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوئی کہ دانیال......؟

☆☆☆

خودکشی کے لیے فائر تو دانیال نے خود پر کیا مگر اس سے مر گئی حنا...... اس کی بیوی مر گئی، اسپتال کے ٹھنڈے کاریڈورز میں احمد کے ساتھ بات چیت میں، میں نے جانا کہ اس نے خود کو نہیں بلکہ ہم سب کو ایسی موت مارنے کی کوشش کی تھی کہ ہم زندہ نظر آتے مگر زندہ نہ ہوتے...... فائر کرتے وقت اس کا ہاتھ کانپا تھا جس سے اس کی جان تو بچ گئی مگر سر کے بائیں طرف لگنے والی گولی سے اس کا کافی خون ضائع ہوگیا تھا......

”ممانی جان! نہ صرف ڈاکٹروں کو بلکہ سب کو علم ہونا چاہیے کہ وہ اپنا پستول حسبِ معمول صاف کر رہے تھے۔“ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میں نے تمہارے کہنے سے پہلے ہی ملازمہ سے بھی یہی کہا تھا۔“

”میں نے صدف، فاطش اور رانیہ آپی کو بھی سمجھا دیا ہے...... کوئی بھی پوچھے ممانی جان!“ اس نے

زور دے کر کہا۔ ”کوئی بھی...... اسے بھنک نہیں لگنی چاہیے کہ آپ کے اور ماموں کے بیچ کیا چل رہا تھا، میری امی کو بھی نہیں...... یہ بات آپ کی بیٹیوں کے علاوہ صرف میں جانتا ہوں اور اس کا دائرہ یہیں بند کر دیں ممانی جان!“

”ہوں ......“ میں نے گہری سانس لی، میری آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی مگر ایک بھی آنسو نہ بہہ رہا تھا۔

”آپ پریشان نہ ہوں، ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے......“ اس نے میرا کاندھا تھپکا۔ ”میں آپ کا بیٹا ہوں اور آپ کسی بات کی پروا نہ کریں، میں خود ہی آپ کو گھر چھوڑ کر آیا تھا، مجھے ڈر تھا کہ ماموں کو کچھ ہو گیا تو آپ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں گی۔ صدف کی بھی حالت غیر ہے...... میں جانتا ہوں کہ آپ نے ماموں کو پورے خلوص سے چاہا ہے اور ان کی وفادار رہی ہیں، اگر ہم خودکشی کی کوشش کا کہیں گے تو ہر سننے والے کے ذہن میں سوال اٹھے گا، لوگ جانے کیا کیا قیافے لگائیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ سب کا بیان ایک ہو۔“ میں نے اس کے ساتھ خود کو اتنا محفوظ محسوس کیا کہ واقعی میرا اپنا بیٹا ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔ ساری بہنیں وہیں انتظارگاہ میں آ گئیں...... نیلم بھی پہنچ گئی تھی، اس کا رنگ پیلا پھٹک ہو رہا تھا...... عمر دانیال کے لیے خون دینے گیا تھا۔

”تم نے کچھ کھایا پیا ہے نیلم؟“ میں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ ”کیسی پیلی ہو رہی ہو؟“

”مما......“ وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔ ”میرے پاپا ٹھیک تو ہیں ناں؟“ اس نے ابھی تک دانیال کو دیکھا نہ تھا اس لیے فکرمند تھی۔ ”آپ ملیں پاپا سے؟“

”احمد بتا رہا ہے کہ وہ ٹھیک ہیں۔“ میں نے اسے پیار کیا۔ ”میں نے بھی انہیں نہیں دیکھا۔“

”مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے......“ وہ اپنا سینہ مسلنے لگی، ساتھ ہی وہ ایک صوفے پر لیٹ گئی، رانیہ نے بھاگ کر اسے پانی لا کر دیا، بہ مشکل اس نے ایک گھونٹ پانی پیا، اسے ابکائی سی ہوئی۔

’’کہیں سے کچھ کھانے کو لا دو بیٹا، غالباً اس نے کچھ کھایا نہیں ہوگا۔‘‘ میں نے فاطش کو اپنا بیگ پکڑایا۔
’’ڈرائیور باہر ہی ہے، اسے کہو کہ کچھ لے آئے جا کر۔‘‘
’’میں یہاں کینٹین سے دیکھتی ہوں مما!‘‘ وہ میرے بیگ سے والٹ نکال کر لے گئی۔
’’مما......‘‘ نیلم نے میرے کان کے پاس سرگوشی کی۔ ’’عمر کو بلوائیں جلدی سے پلیز!‘‘ میں نے صدف سے کہا کہ احمد کو فون کر کے عمر کو بلوائے، جلد ہی عمر آ گیا اور نیلم کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔
’’اوہو...... آنٹی، میں نے غلط کیا کہ اسے ساتھ لے آیا۔‘‘
’’پاپا کا سن کر وہ کس طرح گھر رک جاتی عمر بھائی!‘‘ رانیہ نے ہولے سے کہا۔
’’لیکن اس کی اپنی حالت تو دیکھیں......‘‘ عمر نے اسے بانہوں میں سمیٹ لیا۔ ’’اسے تو خود ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت پڑ رہی ہے...... رانیہ آپی پلیز...... کسی ڈاکٹر یا نرس کو بلالیں۔‘‘
’’فاطش اس کے لیے کچھ کھانے کو لینے گئی ہے...... غالباً کمزوری ہے، آپ پریشان نہ ہوں۔‘‘ میری بہادر بیٹی رانیہ نے کہا۔ ’’آپ خود ابھی خون دے کر آئے ہیں!‘‘
’’آنٹی...... she is pregnant!‘‘ عمر کے الفاظ پر میں شاک میں چلی گئی، کس موقع پر میں نے اتنی بڑی خوش خبری سنی تھی کہ میں چیخ کر خوشی کا اظہار بھی نہ کر سکتی تھی...... دو دن قبل ہی تو ایسی خوشخبری مجھے صدف نے سنائی تھی۔ میں اس حادثے کے بعد سے ابھی تک اس کی طرف سے فکر مند تھی...... رانیہ نے فوراً بہن کو اپنی بانہوں میں لیا اور اس کے ہاتھوں کو ملنے لگی۔
صدف نے پاس سے گزرتے ہوئے ایک ڈاکٹر کو پکڑا اور لمحوں میں نیلم کو وہاں سے اسٹریچر پر ڈال کر کسی طرف لے جایا گیا، عمر وہیں بیٹھا تھا۔ احمد دانیال کے پاس تھا۔ صدف اور رانیہ، نیلم کے ساتھ چلی گئیں...... فاطش کچھ جوس چپس اور بسکٹ لے کر لوٹی تو سب کو غائب دیکھ کر پریشان ہو گئی مگر صورتِ حال کے بارے میں جان کر مطمئن ہوئی، عمر سے پوچھ کر اسی طرف روانہ ہوئی جہاں باقی تینوں تھیں۔
’’کوئی مسئلہ یا پریشانی تو نہیں تھا انکل کو؟‘‘ عمر نے مجھ سے پوچھا۔
’’کس قسم کا بیٹا؟‘‘ میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔
’’جس زاویے سے فائر ہوا ہے......‘‘ وہ رکا۔
’’میرا مطلب ہے کچھ ایسا تو نہیں کہ انکل نے خودکشی کی کوشش کی ہو؟‘‘ اس نے جھجک کر اپنی بات مکمل کی۔
’’ارے ایسا کیوں ہوگا بیٹا!‘‘ میں نے چند لمحوں کے لیے سوچا کہ عمر کو بتا دوں کہ کیا صورتِ حال تھی اور اعتراف کر لوں کہ دانیال نے خودکشی کی کوشش ہی کی تھی، آخر جب میں نے خلع لینا تھی تو بھی تو اسے ان باتوں کا علم ہونا تھا...... مگر ہمت نہ کر پائی اس صورتِ حال میں اور احمد کی ہدایت یاد آ گئی کہ ہمیں کسی کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہنا ہے، کسی کے سامنے بھی نہیں۔
’’کاروبار کے حالات کا تو مجھے کوئی علم نہیں ہے لیکن اگر کوئی پریشانی کاروباری بھی ہوتی تو دانیال مجھ سے شیئر تو کرتے۔‘‘ میں نے خود ہی اپنا مان رکھا۔ ’’اپنا پستول دانیال اکثر نکال کر خود صاف کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھار باہر نکل کر، کسی کھلی جگہ پر جا کر ہوائی فائر بھی کرتے ہیں، ممکن ہے کہ پچھلی دفعہ فائر کیا ہو اور اس کے بعد گولیاں نکالنا بھول گئے ہوں۔‘‘ میں صفائی پیش کر رہی تھی۔
’’جو بھی ہوا مگر ذرا سی بے پروائی سے کتنا نقصان ہو سکتا تھا......‘‘ اس نے ہمدردی سے کہا۔ ’’میں دیکھتا ہوں ذرا نیلم کو......‘‘
’’میں بھی چلتی ہوں بیٹا!‘‘
’’آنٹی...... ابھی تک ہم نے نیلم کی حالت کی خبر سب سے پوشیدہ رکھی ہے۔ اصل میں ببلی کی شادی ہے ناں تو ایسے میں ایسی خبر کا لیک ہونا، ذرا نیلم خود کو شرمندہ سا محسوس کر رہی تھی، اس لیے آپ اس کی

بہنوں سے کہہ دیں کہ اس راز کو ابھی راز ہی رکھیں......'' میں نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔ کمرے میں داخل ہوئے تو نیلم ڈرپ کے زیر اثر نیند میں تھی، عمر کو وہاں چھوڑ کر ہم سب باہر نکل آئے، اب ہمارا رخ دانیال کے کمرے کی طرف تھا جہاں سے احمد ہمیں بلانے آیا تھا۔

☆☆☆

میں حسب معمول اپنے اس کمرے میں سو رہی تھی جہاں میں پچھلے چند ماہ سے علیحدہ سو رہی تھی، یہ کمرا ہمارے کمرے سے متصل تھا، دونوں کمروں کے بیچ دروازہ بھی تھا جسے میں نے بند کر رکھا تھا۔ یہ کمرا اصل میں دانیال نے پہلے اپنی اسٹڈی کے طور پر بنوایا تھا، بچیوں کی آمد سے اسے ہم نے بچیوں کا کمرا بنایا جب تک دو بچیاں تھیں اور پھر دانیال کی اسٹڈی اوپر منتقل ہو گئی تھی۔ بچیاں جوں جوں بڑی ہوتی گئیں اپنے کمروں میں منتقل ہوتی گئیں مگر یہ ملحقہ کمرا جوں کا توں رہا...... فاطش اسود کی پیدائش کے بعد کچھ عرصے اس کمرے میں رہی۔ مجھے رات کو اٹھ کر اسود کی آیا کو چیک کرنے کی سہولت بھی تھی اور اگر فاطش سے اسود نہ سنبھلتا تو میں اس کی مدد بھی کر دیتی تھی۔

اپنی اسٹڈی کو اوپر منتقل کر کے دانیال بہت سی فکروں سے آزاد ہو گئے تھے اور اسٹڈی میں پڑھنے یا کام کرنے کے بہانے زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے اور اپنے تمام ''مشاغل'' کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ میں نے جان لیا تھا کہ میں اب دانیال سے محبت نہ کرتی تھی، نہ ہی مجھے اس کی پروا رہی تھی، نہ اسے عزت دینے کو دل چاہتا تھا......اور تو اور اسے مخاطب کرنا بھی چھوڑ دیا تھا میں نے۔ یہ احساس ہی عورت کے لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کا مرد، جس کے لیے وہ مخلص اور وفادار ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور عورت کو دیکھے بھی، اپنے مرد کے بدلے ہوئے اطوار ایک گنوار سے گنوار عورت بھی پہچان لیتی ہے...... بیوی کی نظر میں مرد تبھی تک معتبر ہوتا ہے جب تک وہ اپنی محبت سے اسے معتبر رکھتا ہے، ناقدری کرنے والا شوہر عورت کے دل کے سنگھاسن سے گر کر پاش پاش ہو جاتا ہے۔

اپنے کمرے میں گہری نیند میں اپنے پاؤں پر گیلے پن کے احساس سے میں جاگی......گھبرا کر پاؤں کھینچا، سائڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ جلایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

''معاف کر دو مجھے حنا!'' اس نے ہاتھ جوڑے، وہ میرے پیروں پر ماتھا رکھے ہوئے تھا اور اس کی آنکھیں نم تھیں ''گناہ گار ہوں تمہارا......''

''نہ کوئی ضرورت ہے نہ فائدہ اس طرح کے ڈراموں کا!'' میری کوشش تھی کہ میری آواز بلند نہ ہو کیونکہ ساری بیٹیاں ارد گرد کے کمروں میں تھیں' چند دن میں بلی کے بعد، فاطش کا نکاح سجاد سے ہونا طے پایا تھا۔

''پلیز حنا!'' وہ گڑگڑایا۔ ''forgive me and forget it'' اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ ''بھول ہوگئی مجھ سے!''

''کیا؟'' میں استہزاء سے ہنسی۔ ''ہونہہ! معاف بھی کر دوں اور بھول بھی جاؤں؟ بھول؟ بھول ایک بار ہوتی ہے دانیال، تم نے تو میری ساری زندگی کو میری ایک بھول کی سزا بنا کر رکھ دیا۔''

''مجھے معاف کر دو حنا، میں شرمندہ ہوں، تم سے بھی اور بیٹیوں سے بھی، مجھے ان سے بھی معافی لے دو پلیز، ورنہ میرے جینے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ گڑگڑا رہا تھا۔

''مرنے کی کوشش تو تم نے کر کے دیکھ لی دانیال...... یہ بھی نہ سوچا کہ لوگ کیا، کیا باتیں کرتے......تم تو عمر بھر کی بے حیائیوں کو سمیٹ کر موت کے منہ میں چلے جاتے اور میں جیتے جی مر جاتی...... تمہارے ساتھ ایک' ایک پل ایمانداری اور وفاداری سے گزار کر بھی میں معتوب ٹھہرتی، لوگ مجھے ہی قصوروار گردانتے، جانے کس، کس کے ساتھ منسوب کر کے میرے بارے میں چٹخارے دار خبریں پھیلاتے...... تم

نے تو...... اتنا بڑا قدم اٹھاتے ہوئے بھی صرف اپنی نجات کا سوچا، کسی اور کے بارے میں نہیں۔''

''جانتی ہو حنا...... میرا نشانہ اتنا کچا نہیں کہ چوک جاتا۔ مگر میرے ہاتھ سے فائر ہوتے ہی...... لمحے کے ہزارویں حصے میں پستول کا رخ مڑ گیا، اس لیے کہ میں نے سوچا کہ میرے مر جانے پر تمہیں جانے کیسی کیسی وضاحتیں لوگوں کو دینا پڑیں گی...... میں غلط تھا، سزا مجھے ہی ملنا چاہیے تھی اسی لیے اپنا خاتمہ کرنے کا سوچا مگر تم لوگوں کے سامنے کس طرح سر اٹھا کر چلوگی؟ کیا کیا جواب دو گی اور کون تمہاری باتوں کا یقین کرے گا؟ بس یہی سوچ آئی، جو اختیار میں ہوتا تو میں اس گولی کو روک لیتا مگر وہ چل چکی تھی...... جانتا ہوں کہ احمد نے کس کس طرح اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے اس بات کو پھیلنے سے روکا ہے۔ مگر میں قصوروار ہوں تو سزا بھی مجھے ہی ملنی چاہیے ناں!''

''سزا کا فیصلہ میں نے اللہ پر چھوڑ دیا ہے دانیال...... میں کون ہوں تمہیں سزا دینے والی یا تمہارے ان عیبوں کو فاش کرنے والی جن کا پردہ اللہ نے بہتوں کے سامنے رکھا۔ تمہاری بیٹیاں تمہارے کرتوتوں کو جانتی ہیں...... تم کہتے تھے کہ میں باہر کیوں نہیں نکلتی، اپنا حلقہ احباب کیوں نہیں بڑھاتی، ایک تو تمہیں کھل کھیلنے کی آزادی گھر کے اندر مل گئی تھی جس سے میری بیٹیاں متاثر ہوئیں...... اور کیا بتاؤں تمہیں جو ایک بار میں اپنے دفتر جاتے ہیں لیٹ ہوئی تو میں نے اندر جانے سے پہلے کیا سنا، مسز ہمدانی کے الفاظ نے مجھے زمین میں ہی گاڑ دیا تھا۔ وہ اپنی باقی کولیگز کے ساتھ ہنس رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔'' دانیال جیسی عورتوں کو تو طوائف کہتے ہیں، مردوں کے لیے اس کا متبادل کیا لفظ ہے؟'' بس اس دن میں نے جانا کہ جتنا حلقہ بڑھاؤں گی اتنی ہی بے عزتی اور بدنامی سمیٹوں گی، جس کی فکر سے تم بے پروا اور آزاد ہو گئے تھے۔'' وہ سر جھکائے سن رہا تھا۔'' میں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے لیے جینا ہے دانیال! اس لیے میں نے تمہاری اور دوسروں کی پروا کرنا چھوڑ دی ہے۔''

''مجھے ایک بار معاف کر کے تو دیکھو، تمہاری توقیر میری نظروں میں اور بڑھ جائے گی حنا!'' اس نے میرے سامنے ہاتھ باندھے۔

''تمہاری نظروں میں میری توقیر؟'' میں اٹھ کھڑی ہوئی۔'' تم ہو کون جو مجھے تمہاری نظروں میں اپنی توقیر کی پروا ہو؟ جب تمہیں اس بات کا خیال نہیں کہ میں نے تمہیں عمر بھر پوجنے کی حد تک چاہا، تمہیں ماتھے پر بٹھا کر رکھا، تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا بھی مجھے تمہاری توہین لگتی تھی۔ میں نے 'آپ' سے 'تم' کا سفر کتنی طویل مسافت کے بعد طے کیا ہے...... میرا تو دل بھی نہیں چاہتا کہ تم اب میرے سامنے بھی آؤ، مجھ سے بات کرو' مجھے چھوؤ...... اور تو اور میرے نام سے جڑا تمہارا نام بھی مجھے برا لگتا ہے۔''

''حنا پلیز...... مجھے چھوڑ کر نہ جانا، مجھ سے خلع نہ لینا، مجھے اپنی بیٹیوں کی خاطر معاف کر دو۔'' میں اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کی بیٹیوں نے ہی تو اسے اس مقام تک پہنچایا تھا، انہوں نے کھل کر اس سے بات کی تھی۔ اسے نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کے عذاب سے بھی ڈرایا تھا، اس سے قطع تعلقی کی دھمکی دی تھی...... اپنی اولاد کے سامنے وہ ڈھٹائی نہ دکھا سکا تھا نہ ہی اسے اس عمر میں یہ گوارا تھا کہ میں اس سے خلع لوں۔ اس کی رہی سہی ساکھ...... (جسے وہ اپنی ساکھ سمجھ رہا تھا) ختم ہو جاتی، اسی معاشرے میں وہ لوگوں کے منہ بند کر سکتا تھا نہ باہر نکلنے کے قابل رہتا۔

اٹھتے بیٹھتے، دانیال اور اس کی بیٹیوں کی طرف سے معافی کے مطالبے کے سامنے میں ڈٹی نہ رہ سکی۔ بیٹیاں کوئی غلطی کریں تو باپ انہیں عموماً معاف نہیں کرتے مگر میری بیٹیاں باپ کی تمام غلطیوں کو معاف کرنے کو تیار تھیں...... میں نے ان کے چہروں پر باپ کی خودکشی کی کوشش کے دن قیامت اترتے دیکھی تھی اور اس کے تندرست ہو کر گھر آ جانے پر ان کے چہرے پھولوں کی طرح کھلتے دیکھے تھے۔ باپ کو سلامت دیکھ

کران کی مسکراہٹیں لوٹ آئی تھیں۔ دل سے تو میں نے خلع لینے کا ارادہ پہلے سے ہی ترک کر دیا تھا، میری دو بیٹیاں تخلیق کے مرحلے سے گزرنے والی تھیں، انہیں سکون کی ضرورت تھی۔ فاطش نئی زندگی کا آغاز کرنے والی تھی...... اس کے لیے ان حالات میں خوش رہنا ممکن نہ ہوتا۔

رانیہ کو اس روز یوں اچانک آتا... دیکھ کر مجھے دھچکا لگا تھا۔ اس کے سرپرائز نے تو میری جان ہی لے لی تھی جو اسی وقت فائزہ نہ ہوتا تو میں اس سے پوچھتی کہ کہیں وہ عابد سے ناراض ہو کر تو نہیں آئی تھی۔ اس کے چہرے پر کھنڈی زردی اور تھکا تھکا وجود کوئی کہانی سنا رہا تھا...... وہ کہانی تو اس نے بعد میں سنائی، اس نے مجھے بتایا کہ کس طرح وہ عابد کی طرف سے بھی... بدگمانی کا شکار ہو گئی تھی اور اس نے اس سے علیحدگی اختیار کرنے تک کا بھی سوچ لیا تھا۔ اس نے تو ایک غلط فہمی کی بنا پر ایسا سوچا تھا جو اللہ نے خود ہی دور کر دی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس کا عابد سے رابطہ نہ ہوا اس وقت جب وہ مایوسی اور بدگمانی کی انتہا پر تھی، ورنہ وہ غصے میں کیا کچھ بول دیتی اور عابد کا دل برا ہوتا، حالات ٹھیک بھی ہو جاتے مگر دلوں میں ایک گرہ پڑ جاتی...... عابد کو یاد رہتا کہ رانیہ نے غصے میں اسے کیا کیا کہا اور اس کے بارے میں کیا کیا بدگمانیاں پال لی تھیں۔ اگر رانیہ ناراض ہو کر آتی یا وہ عابد سے خلع لے لیتی، اگر فاطش نے اشعر سے خلع لی تو کیا مجھے اس کی تکلیف نہیں تھی اسی طرح اگر میں خلع لیتی تو کیا میری بیٹیوں کو تکلیف اور مسائل نہیں ہوں گے؟'' میں نے خود سے سوال کیا، اور پھر حنا مر گئی اور صرف ایک ماں زندہ رہ گئی......

☆☆☆

''ٹھیک ہے...... میں خلع نہیں لوں گی، گھر چھوڑوں گی نہ ہی دانیال سے گھر چھوڑنے کا کہوں گی مگر مجھے اس سے زیادہ پر مجبور نہ کیا جائے......'' میں نے سب بیٹیوں، احمد اور دانیال کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے میز پر اعلان کیا۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ انہوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دانیال کا سر کچھ اور جھک گیا تھا...... رانیہ نے پانی کا گلاس اٹھا کر غٹا غٹ پانی پیا، کھنکھار کر گلا صاف کیا۔

''اس سے زیادہ کا کیا مطلب مما؟''

''اس سے زیادہ کا مطلب ہے کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں، ہم گھر میں اسی طرح رہیں گے جیسے دو اجنبی رہتے ہیں...... صرف دنیا کے دکھاوے کو ہی تو یہ رشتہ رہ گیا ہے۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

''اس طرح تو ٹھیک نہیں ہے مما!'' فاطش نے کہا۔'' اب تو آپ دونوں بالکل تنہا رہ جائیں گے اور ایسے میں آپس میں لاتعلقی تو ٹھیک نہیں۔''

''اس وقت، اس سے زیادہ جبر میں خود پر کر نہیں سکتی بیٹا!'' کہہ کر میں نے اپنی کرسی کھسکائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''نہ ہی میں اسے دل سے معاف کر سکتی ہوں، اتنا بھی میں تم لوگوں کی خاطر کر رہی ہوں۔ میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتی، اگر بظاہر کہہ بھی دوں تم لوگوں کو خوش کرنے کو۔ تو وہ جھوٹ ہوگا...... معاف کرنا میرے اختیار میں ہے، وہی نہیں کیا جا رہا اور بھولنا...... یہ تو بالکل ناممکن ہے، باقی اس کی سزا اور جزا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

''آپ ایسی ظالم تو کبھی نہیں تھیں مما!'' رانیہ میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں ایسی بے وقعت بھی کبھی نہ تھی میری جان!'' میری آنکھیں بھر آئیں، صدف نے کچھ کہنا چاہا تو احمد نے اسے روک دیا۔

''ممانی جان کو کسی بات پر مجبور نہ کرو......'' احمد نے کہا۔ ''یہ سب اتنا آسان نہیں ہوتا، کہنا آسان ہے مگر جس پر گزرے وہی جانتا ہے۔'' وہ سب جان گئی تھیں کہ احمد دانیال کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا، غالباً اس نے صدف کو بتایا تھا اور صدف نے باقی بہنوں کو۔

"میرے سر میں درد ہے......" کہہ کر میں نے چلنے سے پہلے دانیال کے چہرے کو دیکھا جس پر شرمندگی سے پیلا پن آ گیا تھا، وہ بھرے بازار میں ننگا ہو گیا تھا جیسے، اس نے اپنی عزت خود کھوئی تھی اپنے پیاروں کی نظروں میں، اب اسے عمر بھر اس کا خمیازہ تو بھگتنا ہوگا۔

"تم لوگ خواہ مخواہ ممانی جان کو مجبور نہ کرو...... وہ دل کی بہت نرم ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ ان کے دل میں ماموں کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جائے گا، میں جانتا ہوں ان کو، وہ معاف تو کردیں گی ماموں کو مگر اس میں وقت لگے گا۔ وہ سب کچھ بھلانا...... تبھی ممکن ہے جب ماموں خود کو بدلیں گے، دوبارہ غلطی نہیں کریں گے اور اپنے رویے سے انہیں ممانی کو ان کی اہمیت کا احساس دلانا ہوگا!" میں کھانے کے کمرے سے نکلی تو یاد آیا کہ میرا فون وہیں رہ گیا تھا، واپس اندر داخل نہ ہوئی تھی کہ احمد کی آواز نے قدم روک لیے۔

"پاپا اگر ایسا کچھ کیا آپ نے دوبارہ......" صدف کی آواز بھرّا گئی۔

"تو آپ ہم سب بہنوں کا مرا ہوا منہ دیکھیں گے......" رانیہ نے اس کا فقرہ پورا کیا۔ "ہم سب خود کشی کرلیں گی۔" میرا دل کانپ گیا۔ میں اپنا فون لیے بغیر واپس آ گئی۔

☆☆☆

فاطش کی شادی سجاد سے ہوگئی اور اس کے چند ماہ کے بعد وہ اسود کے ساتھ امریکا روانہ ہوگئی...... عابد بھی چند ہفتوں کے لیے آیا تھا اور اس کے ساتھ رانیہ کی واپسی ہوئی۔

"اب تم مصطفیٰ کے بہن بھائی لانے کا پلان کرو رانیہ...... وہ بڑا ہو گیا ہے، اسے گھر میں رونق چاہیے۔" ائیر پورٹ پر اسے واپس نہ جانے کی ضد کرتے ہوئے دیکھ کر میں نے رانیہ سے کہا۔

نیلم کے ہاں بیٹے اور صدف کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی۔ ہمارے خاندان میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ خوشی کے ان سب مواقع پر ہم ساتھ ساتھ شامل ہوئے۔ میں اور دانیال...... مگر یہ سب صرف دنیا کو دکھانے کے لیے ہے۔ ہم ایک گھر میں رہتے تو ہیں، دن کو اپنے اپنے جھمیلوں میں مصروف مگر جونہی شام ڈھلتی ہے تو ہم گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں، کھانا ہم ملازموں کے سامنے کھاتے ہیں۔ اس کے بعد ٹی وی لاؤنج میں اکٹھے بیٹھ کر ٹی وی پر خبریں سنتے اور سبز قہوہ پیتے ہیں مگر ملازموں کے اپنے کوارٹروں میں جاتے ہی ہم دونوں علیحدہ علیحدہ کمروں کا رخ کرتے ہیں۔ اب یہی زندگی کا ڈھب ہے۔ میں نے دانیال کو کبھی زبان سے بھی نہیں کہا کہ...... "جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا!" زبان دل و دماغ کے ساتھ ہے، جھوٹ نہیں بول سکتی نہ ہی میں منافقت کرسکتی ہوں۔ معاف کردوں تو اس کا کیا بھول نہیں سکتی، ہاں جانچ رہی ہوں، کبھی کبھار دل ہمکتا بھی ہے...... شاید کبھی ایسا وقت آ جائے کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاؤں، بقول احمد کے، وہ خود کو اس حد تک بدل لیں، اپنی تمام بری حرکتیں چھوڑ کر اللہ سے معافی مانگیں، اپنے کیے کو بھلانے میں میری مدد کریں۔ میری نظروں میں مجھے گرا دینے والے کو ہی علم ہونا چاہیے کہ اسے کیا کرنا ہے...... ایسی زندگی صرف اسی کے لیے سزا نہیں ہے بلکہ میرے لیے بھی ہے۔ ایک ہی بار ملنے والی زندگی کو اس طرح گزارا جائے کہ جسے میں نے خود سے بڑھ کر چاہا وہ نظر کے سامنے ہو، ہاتھ اسے چھونا چاہیں تو چھو بھی سکیں، آنکھ اسے دیکھے، اس سے قدم ملا کر دنیا کے سامنے چلتی بھی ہوں مگر دماغ اسے شجرِ ممنوعہ قرار دے دے، دل کا کیا کروں جو کہتا ہے....

زندگی جس کے مقدر میں ہوں خوشیاں تیری
اس کو آتا ہے نبھانا، سو نبھاتے گزری!
زندگی نام اِدھر ہے کسی سرشاری کا......
اور اُدھر دور سے اک آس لگاتے گزری
زندگی خاک نہ تھی، خاک اڑاتے گزری!
تجھ سے کیا کہتے، تیرے پاس جو آتے گزری

(ختم شد)